

مطالعاتی رہنمای

تاریخ اسلام

(کورس نمبر III)

یونٹ: 9-1

ایم اے اسلامیات

کوڈ نمبر 976

www.KitaboSunnat.com



علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اطْبِعُوا أَلٰهَهُ
وَاطْبِعُوا رَسُولًا

جَمِيعَ الْحَقِيقَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ يَا حَمَدَهُ

مُعْدَثُ الْأَبْرِيْرِي

کتاب و مدتی دیشی پرچمی ہائے دلی / ۰۹۱۳۴۰۶۷۸۷۸۷ سے ۰۲۱۴۴۷۰۰۰۰

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و مدتی داٹ کا پرستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقتِ انسانِ الٰہی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشر ہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

مطاعاتی رہنمای

تاریخ اسلام

(کورس نمبر III)

یونٹ: 1-9

ایم اے اسلامیات

کوڈ نمبر 976

www.KitaboSunnat.com



کلیئہ عربی و علوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

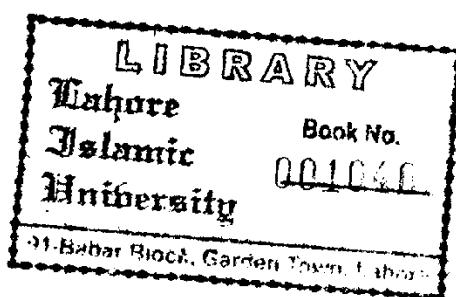
کورس تہمیم

۲۲۰۹
۳۰ مئی س

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی	چیرین
ڈاکٹر سید مطلوب حسین	تحریر
ڈاکٹر علی اصغر چشتی / حافظ محمد سجاد تترالوی	نظر ثانی
شعبہ تدوین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	تدوین
ڈاکٹر علی اصغر چشتی / حافظ محمد سجاد تترالوی	رابطہ کار
شعبہ افکار و تہذیب اسلامی،	
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد	

یونٹوں کی فہرست

- (۱) خلافت عثمانیہ، امدادوار تقاضا
- (۲) ترکی، دور عزوجوزوال
- (۳) ترکی، دور جدید
- (۴) بر صیر میں مسلمانوں کی آمد
- (۵) سلطنت دہلی کا استحکام اور توسعہ
- (۶) سلطنت دہلی کا زوال
- (۷) سلطنت مغلیہ کا قیام
- (۸) سلطنت مغلیہ، دور عزوج
- (۹) سلطنت مغایہ، دور زوال



کتب برائے مطالعہ

دولت عثمانیہ	(1)	محمد عزیز صدیقی
تاریخ علمت	(2)	مولانا زین العابدین سجاد میر خنی
سلطین پول (اردو ترجمہ: نصیب اختر)	(3)	محمد قاسم فرشته
تاریخ فرشته	(4)	مولانا علام رسول میر
تبرکات	(5)	شیخ محمد اکرم
آب کوثر	(6)	تاریخ پاک و ہند
آئینہ حقیقت نما	(7)	مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
اور گزیب عالمگیر	(8)	مولانا شبلی نعمانی
تاریخ دعوت و عزیت	(9)	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
	(10)	

کورس کا تعارف

مطالعہ تاریخ اسلام (کورس نمبر ۱۱۱) ایم اے علوم انسانیہ کے طلبہ کیلئے پیش کیا جا رہا ہے یہ کورس خلافت عثمانیہ سلطنت دہلی اور سلطنت مغلیہ کے ادوار پر مشتمل ہے ان تینوں ادوار میں مسلمان ہر چلو سے عروج اور ترقی پر رہے ہیں ان تینوں ادوار سے متعلق چند رہنمائیات پیش کئے جا رہے ہیں، امید ہے طلبہ اس کورس کا تفصیلی مطالعہ کرتے وقت ان نکات کو پیش نظر رکھیں گے۔

- (i) سلطنت عثمانیہ کی قوت اور استحکام کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کا سیاسی، انتظامی اور عسکری نظام ٹھوس بنیادوں پر قائم تھا۔ قانون کے تحت بادشاہ کے بعد وزیر اعظم کا مقام تھا جس کو ترکی میں صدر اعظم کہا جاتا تھا اس کے بعد شیخ الاسلام کا منصب تھا حکومت اہم اقدامات کے موقع پر شیخ الاسلام کی منظوری حاصل کرتی تھی اگر کوئی فیصلہ شیخ الاسلام کے قوتی کیخلاف ہوتا تھا تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بادشاہ کو مطلق العنانیت حاصل نہیں تھی۔
- (ii) مختلف مناصب پر فائز ہونے والے لوگوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی عبدے داروں کو ترقی کیلئے تدریجی مرحلے کرنا پڑتے تھے۔ بادشاہ کو امور مملکت میں مشورے دینے کیلئے ایک مجلس قائم تھی۔ جس کو دیوان کہا جاتا تھا۔ تمام وزیر اس مجلس کے رکن ہوتے تھے شروع میں دیوان کی صدارت بادشاہ خود کرتا تھا۔ بعد میں وزیر اعظم نے یہ ذمہ داری سنبھال لی۔
- (iii) انتظامی لحاظ سے سلطنت عثمانیہ و قسم کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ ایک وہ جو مراد اہر است عثمانی سلطنت کے زیر انتظام ہوتے تھے اور دوسرے با جگہ زار علاقے جاڑ کے علاوہ تمام با جگہ زار علاقے مرکزی حکومت کو خراج دیتے تھے لیکن جاڑ کے اخراجات سلطنت عثمانیہ خود پورے کرتی تھی جاڑ کے حاکم کو ”شریف“ کہا جاتا تھا اور اس کا تقرر خاندان رسالت میں سے ہوتا تھا۔
- (iv) کابینہ میں فوج کو ہر پور نمائندگی حاصل ہوتی تھی کابینہ کے اجلاس میں بینی چڑی فوج (بری فو) کی نمائندگی بینی چڑی آغا (وزیر دفاع) اور بحری فوج کی نمائندگی کپتان پاشا (ایڈ مرل) کرتا تھا تو کوئی کی بری فوج دنیا کی سب سے طاقتور فوج تھی یہ مختلف یوں تنوں پر مشتمل تھی سب سے اہم بینی چڑی (مردی)

فوج) کے پیڈل و سنتے تھے جس کو دنیا کی پہلی مستقل اور منظم فوج قرار دیا جاتا ہے ان کو باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی اور وہ فوج بھر کوں میں رہتی تھی ترکی بھر یہ بھی اپنے زمانے کی طاقتور ترین قوت تھی۔ اپنے عروج کے زمانہ میں ترکی بھر تین سو جہازوں پر مشتمل تھا۔ جہازوں میں تو پہلی نصوب ہوتی تھیں اور ہر جہاز میں دو ہزار سپاہی اور ملاج ہوتے تھے۔

(v) استنبول سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ رہا۔ علامہ اقبال نے استنبول کو ملت اسلامیہ کا دل کہا ہے۔ عثمانی ترکوں کے زمانہ میں یہ شردا قبی دنیا نے اسلام کا دل تھا اس شر کو مسلمانوں نے کئی سو سال کی کوششوں کے بعد فتح کیا تھا اور جب فتح ہو گیا تو تقریباً پانچ سو سال تک اسلامی دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور سلطنت کا دارالحکومت مبارہ۔ استنبول سمندر کی ایک کھاڑی کے کنارے جو ”شاخ زرین“ کہلاتی ہے بڑی خوبصورت جگہ آباد ہے بلکہ کما جاتا ہے کہ اس سے زیادہ خوبصورت محل و قوع دنیا کے کسی اور شہر کو نصیب نہیں جب یہ شرکوں کے قبضہ میں آگیا تو انہوں نے اس کو ہر طرح سے ترقی دی وی مسجدیں، مدرسے، شفا خانے، سرائیں، محل اور ضرورت کی دوسری عمارتیں کثیرت سے تعمیر کیں۔

(vi) استنبول سلطنت عثمانیہ میں علم و ادب کا سب سے بڑا مرکز میں گیا تھا سو لوگوں اور ستر ہویں صدی عیسوی میں خاص طور پر اسلامی دنیا کی علمی زندگی میں اس کو بھی حیثیت حاصل ہو گئی تھی جو اس سے پہلے کی دو صدیوں میں قاہرہ اور ہرات کو حاصل تھیں۔ ترک علماء میں پہلی ممتاز علمی شخصیت شمس الدین محمد فقاری (751ھ تا 834ھ) کی ہے جو ملغما فاری کے نام سے مشہور ہیں آپ ترکی کے پہلے شیخ الاسلام ہیں آپ کاذاتی کتب خانہ و سہرا کتابوں پر مشتمل تھا۔ حاجی بیبری مول، ملغما فاری کے ہم عصر تھے آپ تصوف کے سلسلہ بیرامیہ کے بانی ہیں محنت مزدوری کر کے روزی کہاتے تھے اور جود و خاکیلے مشور تھے سلمان قاکونی کے دور کی سب سے ممتاز علمی شخصیت ابوسعید آنندی کی ہے آپ اپنی وفات تک شیخ اسلام کی منصب پر فائز رہے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ سلطنت عثمانیہ کے تو انہیں اور نظام کو شریعت اسلامیہ کے مطابق بنانا ہے۔ عثمان ترکوں کی تاریخ میں سب سے عظیم علمی شخصیت حاجی خلیفہ کی ہے جن کو ترک کاتب چلپی کے نام سے یاد کرتے ہیں آپ نے ترکی اور عربی میں بھی سے زیادہ ایسی اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھی ہیں جن کی وجہ سے آپ کا نام علمی دنیا میں غیر فانی ہو گیا۔

(vii) مغلوں کی حکومت، ان سولہ سالوں کو نکال کر جب شیر شاہ اور اس کے جانشینوں نے مغلیہ اقتدار کو

ختم کر دیا 1526ء سے 1857ء تک کل 315 سال قائم رہی، اس مدت میں عروج کا دور (1556ء 1719ء) ایک سو تیس سال ہے۔ بر صغیر پاک و ہند کی تاریخ میں کسی ایک خاندان کی حکومت نہ اتنے طویل عرصہ تک قائم رہی اور سلطنت دہلی کو چھوڑ کر نہ کوئی دوسری حکومت اتنے عرصہ تک عروج پر رہی۔ اس کے علاوہ اس ڈیڑھ سو سال کی مدت میں سلطنت میں جیسا امن و امان رہا اس کے مقابل بر صغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مغل حکمران اور والی رعایا پرور تھے۔ اس دور میں ملک نے بے مقابل خوشحالی حاصل کر لی تھی اقتصادی ترقی اور وسائل کی کثرت کی وجہ سے بر صغیر مغلوں کے دور میں سونے کی چیزیاں کملاتا تھا۔

(viii) لاہور، محمد مغلیہ میں محل، رشم، سوت اور اون کے کپڑوں کی صنعت کا مرکز تھا اسال اور قالین کشیمیر کے بعد سب سے زیادہ بیان تیار ہوتے تھے اکبر کے زمانے میں لاہور میں شال اور قالین کے ایک ہزار کار خانے تھے سیالکوٹ میں اعلیٰ درجہ کا کاغذ تیار ہوتا تھا ہلکے ہتھیار، کثارات اور تیر وغیرہ بھی تیار ہوتے تھے گجرات کا شتر تکواروں کی صنعت کیلئے مشہور تھا، ملتان سوتی کپڑے اور شکر کی صنعت کیلئے مشہور تھا، نہنہ بھی سوتی کپڑوں کی صنعت کا مرکز تھا۔ اور نگزیب کے دور میں ٹھٹھے میں چار سو مدارس قائم تھے۔ بھگال سلطنت مغلیہ کا سب سے زرخیز اور خوشحال صوبہ تھا بھگال میں وسائل کی اتنی کثرت اور معماشی خوشحالی تھی کہ اہل یورپ کہا کرتے تھے۔

”بھگال میں دائلے کے سودروازے ہیں اور جانے کا ایک بھی نہیں“

(ix) اگرہ، دہلی اور لاہور مغلوں کے دارالحکومت تھے اکبر زیادہ تر آگرہ میں جہانگیر لاہور میں اور شاہجهان اور گنگ زیب اور بعد کے مغل بادشاہ دہلی میں رہا کرتے تھے اور گنگ زیب کے آخری دور حکومت میں دکن اور گنگ آباد کو بھی دارالسلطنت کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔

(x) مغل حکمرانوں کو شردوں کی تعمیر اور باغات، ننانے سے انتہائی و لچپی تھی۔ ڈھاکہ، دہلی، فتح پور، گجرات اور اور گنگ آباد کے شر ان ہی کے آباد کئے ہوئے ہیں ان شردوں میں اور دوسرے شردوں میں خوبصورت قلعے، محل، مساجد، باغ، پل اور سرائیں تعمیر کی گئیں جن کی ایک بڑی تعداد آج بھی موجود ہے خوبصورت عمارتیں بر صغیر کا کوئی دور مغلیہ عمد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

خلافت عثمانیہ سلطنت دہلی اور سلطنت مغلیہ کے ادوار کے بہت سارے گوشے، کورس کا تفصیلی مطالعہ

کرتے وقت طلبہ کے سامنے آئیں گے یہ تینوں ادوار مسلمانوں کی تاریخ میں بہت اہم، دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ تاریخ اسلام کا یہ کورس فویونٹس پر مشتمل ہے۔ پہلا، دوسرا اور تیسرا یونٹ خلافت عثمانیہ کی امداداء، ارتقاء، زوال اور جدید تر کی کے احوال پر مشتمل ہے۔ چوتھے اور پانچویں یونٹ میں سندھ اور ہند میں اسلام اور مسلمانوں کے دور استحکام کا مذکور ہے۔ یونٹ نمبر چھ سے یونٹ نمبر تو سک سلطنت وہی کا زوال اور پھر سلطنت مغلیہ کے قیام اور عروج و زوال پر محض کی گئی ہے اس کورس کی بنیاد جن کتابوں پر رکھی گئی ہے ان کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

(i)	دولت عثمانیہ	محمد عزیز صدقی
(ii)	سلطین ترکیہ	لین پول (اردو ترجمہ: نصیب اختر)
(iii)	تاریخ ملت	مولانا زین العابدین سجاد میر خٹی
(iv)	تبریکات	مولانا غلام رسول مر
(v)	تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ
(vi)	آب کوثر	شیخ محمد اکرم
(vii)	تاریخ پاک و ہند	محمد عبدالاملک
(viii)	اور نگزیرب عالمگیر	مولانا شبی نعماںی

طلبہ کو جو مطالعاتی رہنمادیا جا رہا ہے یہ محض ایک خاک ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ ”خاک“ فساب کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اس کی مدد سے طلبہ کو، کورس کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہئے اور اصل کتابوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ طلبہ اس کا پوری بدھکپی، توجہ اور اشماک کے ساتھ مطالعہ کریں گے آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل شانہ امت مسلمہ کو ایک بار پھر قیادت اور امامت کا کردار عطا فرمائے۔

والسلام
ڈاکٹر علی اصغر چشتی
حافظ محمد سجاد تترالوی

رابطہ کار: شعبہ افکار و تہذیب اسلامی

علامہ اقبال اوین یونیورسٹی اسلام آباد

کورس کے اغراض و مقاصد

- امید ہے کہ اس کورس میں شامل درسی مواد کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ۔
- (i) خلافت عثمانیہ کے قیام، امدادی اور ارتقائی مرافق کی گفتگو کر سکیں گے۔
 - (ii) ترکوں کے دور عروج اور دور زوال پر تبصرہ کر سکیں گے۔
 - (iii) جدید ترکی کے احوال و فلسفہ میان کر سکیں۔
 - (iv) بر صیریہ میں مسلمانوں کی آمد اور ان کی سلطنت کے قیام و استحکام کے مرافق کا تجزیہ کر سکیں۔
 - (v) سلطنت دہلی کے زوال کے اسباب مانسکیں۔
 - (vi) سلطنت مغلیہ کے قیام اور اس دور کے اہم گوشوں پر بات کر سکیں۔
 - (vii) سلطنت مغلیہ کے دور عروج اور دور زوال پر تبصرہ کر سکیں۔

یونٹ نمبر 1

عثمانی ترک

یونٹ کا تعارف :

عثمانی سلطنت کو تاریخ اسلام میں ایک نہایت ہی اہم اور شاندار مقام حاصل ہے ان کی ابتدائی تاریخ ایک سرہستہ راز ہے اس یونٹ میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ترکوں کے ایک سرگردان قبیلے نے ڈرامائی انداز میں یا حسن اتفاق سے ایک چھوٹا سا مگر آزاد علاقہ حاصل کیا اور پھر کس طرح آئندہ نسلوں نے اس علاقہ کو وسعت دے کر ایک مضبوط اور آزاد ریاست میں بدل دیا۔ یہ وقت تھا جب خلافت بند او کا سورج غروب ہو چکا تھا مسلم سلاطین اور امراء سردار مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں مٹ چکے تھے پورش تاتار نے ان کی آنکھ نشین چھین لئے تھے ایسے عالم میں ایک آزاد ریاست کا قیام یقیناً ایک مجھہ سے کم نہیں، اس سلطنت کے بانی، عثمان سے لے کر آخری سلطان ولید الدین تک یوں تو 36 سلاطین گزرے ہیں مگر اس یونٹ میں آپ کا تعارف صرف سات حکمرانوں سے ہو گا۔ آپ دیکھیں گے کہ اس ڈیڑھ سو سالہ دور کی تاریخ میں سلطنت عثمانی ترک، مختلف نشیب و فراز سے گزر کر دنیا کی عظیم مسلم سلطنت عن گئی اور فتح کا جو خواب حضرت امیر معاویہ سے لے کر قیام سلطنت ترکی تک ہر مسلمان حکمران نے دیکھا اس کی تعمیر 1451ء میں محمد ثانی کے دور میں پوری ہوئی اور اس کے بعد جو ترقی مسلمانوں نے سلاطین ترکیہ کے زیر سایہ کی اس کا حال آپ آئندہ یوں نسلوں میں پڑھ سکیں گے۔

اس دور کا ناٹک ترین لمحہ وہ تھا جب شاہ تیمور تاتاری نے عین اس وقت سلطان بازیز یہ یلدروم کو شکست دے کر اسے قید سلاسل میں ڈالا مگر یہ ترکوں کی اندر ورنی تو ناٹی تھی جس نے ان کو فوری زوال سے چاکر عروج و ترکی کے راستے پر ڈالنا، اس لحاظ سے ترکوں کی تاریخ کا مطالعہ دلچسپ بھی ہے، سبق آموز بھی اور قلوب کو تقویت دینے والا بھی ہے۔

بیوٹ کا مقصد:

- اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :-
- (۱) ترکوں کے ظہور و ارتقاء سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
 - (۲) ترکوں کے بانی، عثمان اور اس کے بعد آنے والے امداد ایسلاطین کے حالات زندگی اور کارنا موں سے آگاہ ہو سکیں۔
 - (۳) امیر تیمور اور بایزید یلدیرم کے درمیان ہونے والی جنگ انقرہ اور اس کے نتائج و عواقب کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔
 - (۴) محمد ثانی، فاتح قسطنطینیہ کے کارنا موں اور عثمانی ترکوں کے اصل عروج کی داستان سے کماحت آگاہی حاصل کر سکیں۔

لازمی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

تاریخ ترکان عثمانی، امداد اور ارتقا

(الف) ترکوں کا ظہور

- (۱) محمد عزیز صدیقی، دولت عثمانیہ جلدیں صفحہ نمبر ۱۳۰۵ء
- (۲) لین پول، سلاطین ترکیہ (اردو ترجمہ نصیب اختر) صفحہ نمبر ۳۹ تا ۱۳۷

(ب) سلطنت ترکی کے بانی کے حالات

(ج) عثمان کے جانشینوں کے کارنا مے

(د) سلطان بایزید یلدیرم اور تیمور

(ه) محمد فاتح قسطنطینیہ اور معمار خانی

3. Hitti, P.K. The History of the
Arabs, P. N.: 709-12

اہم نکات :

ترکان عثمانی کی نسبتی اور نسلی تحقیق کیلئے زمانہ ماقبل تاریخ کا مطالعہ کرنا ہو گا یہ امر واقعہ ہے کہ مشرقی اور وسطیٰ ایشیا کی تاریخ کے اکثر واقعات افسانوی نظر آتے ہیں تاہم مقاری یہ کے میدانوں اور صحرائے گوئی میں گھونٹے والے متعدد ترک قبائل کبھی بھی سیل پسراں کی طرح نکل کر مغربی ایشیا اور اہل یورپ کی زندگیوں کو متزلزل کر دیتے تھے ایسا ہی ایک افسانوی واقعہ تیر ہویں صدی کے نصف آخر میں رونما ہوا۔ ہوا یہ کہ عثمانی ترکوں کے مورث اعلیٰ اور طغڑل، انقرہ کے قریب سے گزر رہا تھا اس نے دو حریفوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا۔ یہ جنگ قوبیہ کے سلطنتی سلطان یقیباً اور مغلوں کے درمیان ہو رہی تھی اس میں مغلوں کا پہہ بھاری تھا، مگر ایک خانہ بدوش فرد کی حیثیت سے جنگ کی فطری محبت اور کمزور فریق سے ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہو کر اور طغڑل بے خطر آتش جنگ میں کو دپڑا، اور قبیلے یا ب ہوا سلطنتی سلطان نے اپنے ان غیر متوقع معاد نین کو صلح دینے میں کوئی تباہ نہیں بر تا اور اپنی مملکت میں سکونت اختیار کرنے اور آزادانہ گھونٹے پھرنے کی اجازت دیدی گرہنای قیام گاہ کیلئے ارمنی پہاڑیوں اور موسم سرما کیلئے انہیں سوت کا علاقہ عطا کیا گیا اس شجاعت کا دوسرا مظاہرہ کرنے پر ار طغڑل کو ”عسکی شر“، عطا کیا گیا اور اس عطا کردہ جاگیر کو نیا نام ”سلطانوں“ دیا گیا اور یہی مقام دولت عثمانیہ کا پہلا محفوظ گھوارہ ہوا۔

1288ء میں ار طغڑل نے اپنے بیٹے عثمان کو قبیلے کا سردار اور عسکری شہر کا فرمانروایہ اسی زمانے میں اس کی موت واقع ہو گئی والد کی وفات کے بعد عثمان نے ایک ایک کر کے علاقے کے چھوٹے چھوٹے امراء کو مطیع بنا یا اور یونانی حکومت کے متعدد سرحدی قلعوں پر قبضہ کیا تھی کہ اس کی حکومت شریک پہنچائی یہاں سے یونانی حکومت کے دو بڑے ایشیائی شہر، ناپلیا اور مرس و صہ اس کی حد نگاہ کے فاصلے پر تھے اس محل و قوع کا فائدہ اٹھاتے ہوتے عثمان نے ان دونوں شہروں کی ہاکہ ہمدی کر دی جس کے نتیجہ میں باسفورس میں عزیریہ اسود تک علاقے قبضے کئے اور پھر عثمان کے پیٹے اور خان نے دس سالہ محاصرے کے بعد یعنی 1326ء میں بر و صہ کی پر عظمت شہر کی فصیل پر عثمانی پر چم لہرا دیا اور اس خوشخبری کے بعد عثمان خان نے آخری سانس لی اور انتقال کیا اور یوں ایک معقول اور مضبوط حکومت اپنے وارث اور خان کے حوالے کی۔ اس بنا پر عثمان خان کو ترک سلطنت کا بانی کہا جاتا ہے۔

1326ء سے 1330ء کے چار سالہ عرصے میں اور خان نے پسلے ناگیو میڈیا پھر شاہ ایمڈ نکس کا

فوجی ہیڈ کوارٹر اور پھر ناکسیا کو فوج سفر لیا گیا۔

اور یوں یہ گلے بانوں کا چھوٹا سا قبلہ دوپتوں سے ایشائے کوچک کے تمام شمال مغربی علاقہ پر قابض تھا اور اب باسپورس کے ساحل تک اس کی حکمرانی تھی اور ملک میں امن و امان تھا جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنے بھائی علاء الدین کی مدد سے حکومت اور فوج کو منظم کیا اور ایک نئی فوج یعنی چری قائم کی اور ان مفتوح عیسائی خاند انوں کے بہترین فوجوں میں شامل تھے جو یونانیوں کیخلاف متعدد مہماں میں ہاتھ آئے، یہ نئی فوج صدیوں تک عثمانی فوج کا گل سر سبد نہیں رہی۔

نئی تنظیم کی وجہ سے اور خان نے رو میوں کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درہ دانیال کو صرف اسی جوانوں کے ساتھ دو چوڑی تختیوں کے ذریعہ عبور کیا اور پھر باقی فوج اسی طرح اتار کر درہ دانیال کا ساحلی علاقہ بہت جلد اپنی قلمرو میں شامل کر لیا اور اسی طرح وہ پہلا خطہ تاک اقدام جو کامیابی پر مبنی ہو چکا تھا تمام سلطنت کی فوج اور صدیوں تک کیلئے یورپ کی پامالی کا سبب من گیا۔

1359ء میں اور خان فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا مراد (اول) تخت نشین ہوا۔ اس نے ایشیائی عثمانی مقبوضات پر مزید اضافہ کیا یورپ میں بھی کامیابیاں حاصل کر کے سر و پا کے حکمران کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ اسی اثناء میں عیسائیوں کی سالانہ در آمد برائے شمولیت یعنی چری، عیسائی شزرادوں کیلئے اشتعال کا سبب من گئی جبکہ ترکوں کے قدم تقریباً دریائے ڈینوب کے کناروں تک پہنچ گئے تھے۔ اس پر سر و پا، بوسینیا اور بلغاریہ نے ایک قسم کی صلیبی جہاد کا اعلان کر دیا۔ البانیہ اور یونانی ہی اس میں شریک ہو گئے اس طرح انہوں نے سلطان کی فوجوں کو خاص انقضائی پہنچایا، پھر ایک سازش کے ذریعے سلطان کو قتل کروادیا۔

میدان جنگ ہی میں فوجوں نے بازیزید یلدرم کو سلطان کی حیثیت سے تخت نشین کر دیا اس نے جہاد جاری رکھا جس کے نتیجہ میں شاہ سر و پا نے اطاعت قبول کی اس کے بعد دلاچپہ کوزیروز مرکڑا اور پھر ایشائے کو چک کی جانب رخ موڑ اور کامیابیاں حاصل کیں۔

مسلسل کامیابیوں کے نتھے میں بازیزید نے عیش و عشرت اور ناؤنوش کو اپنا شیوه مالیا جس کی وجہ سے یورپ کی اتحادی قوتوں نے ایک بار پھر سلطان کیخلاف علم بغاوت بلند کیا سلطان نے بلا تاخیر ان کی یورش کو روکا اور شکست دی یہ جنگ ناگیو پولس کملاتی ہے جس کی فتح نے بازیزید کی طاقت کو باہم عروج تک پہنچادیا اس لئے اس

سے قسطنطینیہ کی سُلطنت کا ارادہ کیا اور لگاتار چھ میں تک شرپر قبضہ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا یہی وہ نازک لمحہ تھا جب سلطان کی فوجیں فتح کے قریب پہنچ چکی تھیں کہ مشرق کی جانب سے تاتاریوں کا ایک زبردست طوفان اٹھا۔ جو ایشیا اور یورپ کی متعدد طاقتوں کو خس و حاشاک کی طرح بھاکر لے گیا اس مدباڈی کے پیچھے تیمور تاتاری کا ہاتھ تھا تاہم فاتح سلطان نے انہیں سبق دینے کیلئے انفراد کا رخ کیا جہاں تیمور کی فوجیں بھی پہنچ گئیں، گھسان کارن پڑالایزید کو شکست ہوئی اور وہ خود اور اس کے پیٹے گر قفار ہو گئے۔ امیر تیمور نے اس کی تدبیل کا پورا سامان کیا اسے پاہر زنجیر آہنی پنجھرہ میں رکھا گیا اس صدمہ میں وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا امیر تیمور نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عظیم تر کی سلطنت کو بھی پارہ کر ڈالا۔ اور خود بھی دو سال کے اندر ختم ہو گیا تاہم ترکوں کی قوت حیات و نمو ان کی حریت انگلیز خصوصیات میں ہیں وہ دوبارہ اسی شان سے اٹھ کھڑے ہوئے ترکی کو محمد (اول) کی شکل میں ایک اور عظیم فرمازدواں گیا اس کی مدت حکومت صرف آٹھ سال رہی اس مختصر سے عرصہ میں اس نے حریت انگلیز کا رہنا سے انعام دینے بغاوت کو روکا۔ جنگ کے شعلوں سے خود کو محفوظ رکھا ہمسایہ ممالک سے دو سالہ تعلقات قائم کئے جہاں ممکن ہوا اس نے اپنے حریقوں کو شکست سے بھی دوچار کیا جمیع طور پر اس نے گرتی ہوئی سلطنت کو سنبھال دیا اور اپنے جانشیوں کیلئے ایسے حالات پیدا کئے کہ وہ اس کے قائم کر دہ بیاند پر شاندار عمارت تعمیر کر سکیں۔

محمد اول 1421ء کے زمانہ بھار میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا پیٹا مراد عالی تخت نشین ہوا یہ اپنے زمانے کے عظیم شہنشاہوں سے کسی طرح کم نہ تھا اس نے بڑی بڑی جنگیں لڑیں اور عظیم فتوحات حاصل کیں اور بہترین نتائج حاصل کئے اور تیمور اور تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ شدہ سلطنت کی دوبارہ ترمیکن کی جس نے اور نہ میں قیام سلطنت کو عمل میں لا کر مفرور یونانیوں کے قلب کو بھروچ کیا۔ بلکہ اندر ورنہ قلب حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اس نے میدان جنگ میں متعدد مقندر شہنشاہوں اور شہزادوں کی قسمت کا پانہ پلٹ دیا اور انہیں اطاعت پر بجور کر دیا اسی نے شاہ بیگی اور پولینڈ کو اپنے ہاتھوں کیفر کر دار تک پہنچایا اور ہونیا تو یہ جیسے نامور جنگجو کا کئی مرتبہ تعاقب کیا یہ عظیم فرمازدواں تین سال تک نہایت کامیاب حکومت کر کے 1451ء میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا پیٹا محمد (ثانی) اس کا جانشین ہوا۔

محمد ثانی نے بہت سی جنگیں لڑیں اور متعدد شرلوں کا محاصرہ کیا لیکن سب سے شاندار محاصرہ اور فتح جس نے اسے فاتح کا لقب عطا کیا 1452ء کا محاصرہ قسطنطینیہ تھا جس کی فتح کی آرزو ہر مسلمان فرمازدا نے کی

تحقیق اس فتح نے محمد ثانی کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے شاہ قسطنطین کا غرور خاک میں مل گیا اور صرف تین دنوں کے محاصرے کے بعد قسطنطینیہ جماں قزاقوں، خاقانوں اور خلفاء کی طاقت جواب دے چکی تھی محمد ثانی کی مدیر اور شمشیر سے ہمیشہ کیلئے زیر ہو گیا۔

قسطنطینیہ کی فتح بلا شک و شبه محمد ثانی کا ایک عظیم کارنامہ ہے اس کے علاوہ بھی اس نے ولاچپہ، سرداپ اور بوسنیا کی حکومتوں کا کملالحاق کیا 1480ء کو سلطان کی ایک فوج نے اٹلی کے جنوبی ساحل پر لنگرانداز ہو کر اوڑا انہوں پر حملہ اور کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال محمد کسی بڑی مسم کی تیاری میں مشغول تھا کہ اچانک اس کا انتقال ہو گیا جس کے بعد یورپ میں ترکوں کی پیش قدمی رک گئی۔

خود آزمائی

- 1 عثمانی ترکوں کی اصلیت، ظہور اور ارتقاء پر سیر حاصل ہٹ کجھے۔
- 2 جنگ انقرہ کے اسباب، واقعات اور ترکی پر اس کے اثرات کے بارے میں مدل ہٹ کجھے۔
- 3 ترکی کی تاریخ میں قسطنطینیہ کی اہمیت میان کریں۔

لیونٹ کا تعارف :

سلطنت عثمانیہ جس قدر اپنے اسلاف و اخلف کی جنگی صلاحیتوں کی مر ہوں منت ہے اسی قدر آنے والے فرمائز و اؤل کی ذکاوت، شجاعت اور مستقل مراجی کی بھی احسان مند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شاہی خاندان متواتر ایسے ذکی اور ذینب حکمر ان جانشینوں کے تسلسل پر فخر نہیں کر سکتا، اور خان فاتح نامی اور بانی یعنی چری، مراد اول کساوہ کی رزمگاہ کاسر خرو، بازی یہ اول ناٹکو پوس کا ہیرد، محمد اول معمار ثانی، مراد ثانی ہونیاڑے اور اسکندر یہ کا حریف، محمد ثانی فاتح قسطنطینیہ، سلیم اول متعدد عرب سرزیمینوں کو عثمانی سلطنت کا حصہ بنانے والا اور سلیمان ذی شان میدان سوہاکز کا فاتح اور ویانا کا محاصرہ کرنے والا، کسی ملک میں ایسے آخر فرمائز و اؤلے (بازی یہ لیدر م کو چھوڑ کر) پورے تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔

ان میں سے محمد ثانی تک کے حالات آپ نے پڑھ لئے ہیں اس لیونٹ میں باقی عظیم فرمائز و اؤل کے حالات و واقعات آپ کے سامنے ہیں فتح قسطنطینیہ کے ساتھ ترکی کا دارالخلافہ مرد صہ میں منت ہو کر قسطنطینیہ میں قائم ہو گیا اس کے ساتھ ہی ترک فرمائز و اؤل کا ایک پاؤں ایشیا اور دوسرا پاؤں یورپ میں تھا آنے والی صدیوں میں اس کی وسعت شہرت، دولت اور شان و شوکت میں مزید اضافہ ہوا اس میں عوای خوشحالی، علم و ادب کی فراوانی، عمارت کا شکوہ اور شاہی خاندان کے افراد کی جاہ و جلالی نے اس کی عظمت اور شہرت کو دور دراز ممالک میں افسانوی رنگ دے رکھا تھا تاہم مورخین نے اگر اس میں مبالغہ سے بھی کام لیا ہے تب بھی اس کی اصل حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یونٹ کے مقاصد :

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :-

- (۱) اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ محمد ثانی کے بعد سلیمان ذی شان کی حکومت تک سلطنت ترکی نے کامیابی کے کون کون سے مراحل طے کئے اور کس طرح وہ ایک ایسی پر ٹکوہ سلطنت ہنگئی کہ مشرق و مغرب میں جس سے بڑی بڑی حکومتیں خوفزدہ تھیں۔
- (۲) سلطان سلیم اول نے عرب ممالک میں توسعہ کر کے مصر سے خلافت کی علامات جس طرح حاصل کیں انکا حال جان سکیں گے۔
- (۳) سلیمان ذی شان نے جس طرح اہل یورپ کو مختلف مقامات پر ٹکست دی اس کا احوال جان سکیں گے۔

لازی مکتبہ مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

ترکی۔ دور عروج و زوال

(۱) محمد عزیز، دولت عثمانیہ، جلد اول صفحہ ۱۴۰ تا ۱۷۰

ترکی۔ دور عروج و زوال

(۲) لین پول، سلاطین ترکیہ (اردو ترجمہ نصیب آخر) صفحہ نمبر ۱۸۵

(الف) بایزید سلیم

۲۳۰ تا

(ب) سلیمان ذی شان

(ج) راہ اخطر

3. Hitti P.K. The History of the Arabs pp: 712-720

اہم نکات :

فاتح قسطنطینیہ کے بعد اس کا بیان بایزید (ثانی) موقع پر دارالخلافہ میں اپنی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تخت نشین ہوا اس کا دوسرا بھائی شزادہ جم جو ہر لحاظ سے اس قابل نہیں تھا تخت سے محروم ہوتا ہم اقتدار کی آرزو میں وہ یورپ کے مختلف طاقتوں کا آلہ کار بنا رہا اور اپنے بھائی کی دشواریوں میں اضافہ کرتا رہا بایزید ثانی ایک شریف مگر نا اہل حکمران تھا اس لئے وہ اپنے درش میں کوئی اضافہ نہ کر سکا بلکہ اسے ایک طرف مصر کے مملوکوں، سلطنتی حکمرانوں اور ایران کی نومولود صفوی حکومت سے نقصان پہنچا اور دوسری طرف شزادہ جم کی وجہ سے وہ یورپ کی طرف توجہ مبذول نہ کر سکا اس لئے اس کا طویل عمد عام طور پر ناکامیوں سے عبارت ہے۔

بایزید ثانی کے طرز عمل کے نتیجہ میں مملکت میں مستقل قلعہ اور جمود کو محسوس کرتے ہوئے اس کے بیٹے سلیم (اول) نے اپنے باپ کو تخت سے مزدول کر کے عناں حکومت خود سنبھال لی وہ اپنے والد کی بے جان پالیسی کو ترک کر کے اپنے اسلاف کی طرح ملکی سرحدوں کو وسیع کرنا چاہتا تھا چنانچہ مراد، بایزید یلدرم اور محمد ثانی جنہوں نے اپنے مملکت کی توسعی شمال و مغرب کی جانب کی تھی ان کے رد عکس سلیم اول نے جنوب و مشرق کی طرف توجہ مبذول کی اس سلسلہ میں اس کا پلا قدم یہ تھا کہ اہل یورپ کے ساتھ خوشنگوار تعلقات قائم کرے چنانچہ جہوریہ و نیس شاہ ہنگری اور رازروس کے سفراء کا خیر مقدم کیا اور انھیں اپنی دوستی کا یقین دلایا اس کے بعد اس نے پلا قدم ایران کیخلاف اٹھایا کیونکہ وہ بایزید ثانی کی زم پالیسی کی وجہ سے ترکی مقبوضات میں داخل اندمازی کا مر تکب ہو رہا تھا۔ دونوں حربیوں میں چالدران کے میدان میں خوزنیز جنگ ہوئی ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی شاہ اسماعیل صفوی نے ممثل اپنی جان چائی یہ کامیابی ایران کی مکمل فتح پر قیمتی تھی لیکن سلیم نے صرف دیار بزرگ اور کردستان پر اکتفا کرتے ہوئے واپسی اختیار کی۔

اسی دور میں سلطان نے مصر و شام کی ملوک سلاطین کی طرف سے کچھ خدشات محسوس کرتے ہوئے اپنے وزراء کے مشورے سے ان کی طرف فوج کشی کی اور پہلے مرج وابق کے مقام پر انہیں شکست دی پھر قاہرہ پر حملہ کر کے مصر فتح کیا اور اسے ترکی کا ایک صوبہ بنا دیا یوں مملوکوں کی حکومت کو ختم کر کے اسے حر میں شریفین پر بھلی اقتدار کا شرف حاصل ہو گیا اسے مزید تقویت پہنچانے کیلئے اس نے آخری عبادی خلیفہ سے عظیم

خلافاً بـخـدا کـا تـرکہ بـھی حـاصل کـر لـیا اـس طـرح عـصـا اور رـدـائے نـبـوی بـھی اـس کـو مـلـی۔

اپنے آٹھ سالہ مختصر دور میں سلیم تمام اسلامی ممالک کا جواں کے تسلط میں تھے نہ صرف نمایاں سربراہ تھا بلکہ جہاں بھی شریعت اسلام کی پاہندی تھی سے کی جاتی تھی وہ ان سب کا واجب التعظیم نہ بھی پیشوائی تھا زیر اس دوران میں اس نے حکومت کی دستت کو پہلے کے مقابلے میں دو گناہ دیا وہ ابھی بڑی درتری کیلئے تیار یاں کر رہا تھا کہ اسے موت نے آیا۔

سلیم کے بعد اس کا ہونمار بیان سلیمان تخت نشین ہوا اس نے نصف صدی تک بے مثل شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی اس کا طویل دور حکومت، یورپ کیلئے نہایت پر شکوہ اور ایسے اہم واقعات میر کوں اور حاصلوں سے بھرا ہوا ہے جنہوں نے اس کی شاندار حکومت کو یکتا نے روزگار بنا دیا تھا جس زمانے میں اس نے ترکی کو عظمت و شریعت کی انتہائی بلندی پر پہنچا دیا اور اپنے لئے ذی شان (Magnificent) کا لقب حاصل کیا وہ زمانہ مشرق و مغرب میں عظیم حکمرانوں کے پیدا کرنے اور تذمیر و تمدن کے میدان میں حیرت انگیز کار رائے سر کرنے کا دور تھا یہ وہ دور تھا جب بڑی بڑی طاقتیں اس کے مقابل عصف آرائیں یورپ ایک طویل خواب غفلت سے بیدار ہو چکا تھا اور غیر عیسائی قوتوں سے اپنا مقام لینے کیلئے شمشیر بھج آمادہ پیکار تھا ان حالات میں سلطان نے یورپ میں متعدد کامیابیاں حاصل کیں، بھرپور سمندر پر عز و قار کا حامل بنا دیا اس کے جہازوں کے بادبانب سوا حل اندلس تک تمام سمندروں میں نظر آتے تھے جن کے مل ہتے پر اس نے اپنے جانشینوں کیلئے ایسی وسیع سلطنت چھوڑی جس کی حدود میں اس کے بعد قبرص اور کریت کے علاوہ شاید ہی کوئی مستقل اشناز کیا گیا ہواں کے بعد آنے والے کسی بھی سلطان کے دور میں دولت، طاقت اور خوشحالی نہ ہی برقرار رہ سکی اور نہ دوبارہ حاصل ہوئی اس کی مملکت میں کار تھی فحش، بالل، پالمیر جیسے اہم شہروں کے علاوہ اسکندریہ، یروشلم، سرناہر و صہ، ایکنثیز اور اورنہ اور دوسرے بہت سے مشرق و مغرب کے بلاد و امصار شامل تھے جنہوں روم کی مشرقی کھاڑیاں اٹلس اور کوه قاف یو کرائن اور بحرہ قلزم اس کے دور میں ترکی سمندر تھے چالس ہزار مریع میں سے زیادہ وسیع مملکت میں دنیا کے بہت سے زرخیز اور خوبصورت علاقے شامل تھے یوں تو یہ تین صد یوں کی پیداوار تھا مگر اس میں سلیمان ذی شان کی مسلسل مہمات منصوبہ بندی اور عزم و بہت کا حصہ سب سے زیادہ اور نمایاں تھا سلیمان کی ایک وجہ شریعت مدوین قانون بھی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی رعایا میں ”سلطان القانونی“ کے

نام سے مشور ہوا، اس کیلئے اس نے امر ایم جلی کو مامور کیا اور اس نے قانون پر ایک کتاب "ملقا الجور" کو مدون کیا جو انسویں صدی کی اصلاحات تک ایک معیاری کتاب تسلیم کی جاتی رہی۔

1566ء میں عظیم تر کی فرمائروں سلیمان ذی شان کا انتقال ہوا اس کے بعد 1640ء تک کنز در اور پست اخلاق سلطانوں کا ایک سلسلہ اس دسیع سلطنت کا مالک ہوا جو بیش و عشرت اور کم بھتی کے سوا پچھے نہیں جانتے تھے ان میں سلیمان عالی، مراد ثالث، محمد ثالث، احمد اول، مصطفیٰ اول، عثمان عالی، مراد چارم اور سلطان امر ایم شامل ہیں ان کے بیش بھماں والاماک، فطری طور پر بیش پرستی کے مقاضی تھے، قیام حکومت کیلئے یہ صورت حال غیر لائق تھی جس کی وجہ سے فوج کو غیر معمولی اختیارات حاصل ہو گئے اور سلاطین کا عزل و نصب ان کے ہاتھ میں آکیا جس کی وجہ سے فوج اپنا جنگی کردار کھو بیٹھی اور کسی بھی مم میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اس نے اس کے نصیب میں اب پے در پے شکستیں ہی آئیں، روس کی مداخلت، آسٹریا (اپنے حلیفوں) اور پولینڈ کے ساتھ وہیں اور ایران جیسے حلیفوں کی طبع آزمائی، بودھانیہ کی عدم تعاون کی پالیسی کی وجہ سے یہ کنز در خزان حالات کا مقابلہ نہ کر سکے نتیجتاً ترکی مملکت سمٹی رہی اور اُس و امان کی صورت بھوتی رہی خزانہ ناہی ہو تاہم اس رعایا میں خلوص رہا فوج میں وہ جوش، نہ ہی حکمرانوں کو ہوش رہا نتیجہ سفر زوال کا آغاز۔

سلطان امر ایم کے بعد صورت حال مزید گھبیر ہو گئی اس کے بعد سے سلطان محمود عالی تک تقریباً بارہ سلاطین بر سر اقتدار آئے ان میں چند کے علاوہ باقی سب قصر کی خلوتوں میں جلوتوں کی لذتیں حاصل کرنے میں لگے رہے انہوں نے امور سلطنت کی دلیلے بھاں سب کچھ وزراء کے حوالے کر دی تھی انہی وزراء کی الہیت یا ناالہیت کے سبب حکومت کبھی تجزی کی راہ پر بلاہ جاتی تھی اور کبھی اس کے زوال کی رفتارست ہو جاتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ 1640ء سے لیکر 1757ء تک کازمانہ ترکی میں حکومت وزراء کا دور ہے یہ باب عالی کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے بیچے حکمرانوں کے ساتھ ایک البانوی خاندان اپنی تمام قوتوں اور خلوص کے ساتھ وہیہ ہو گیا جس کے اثر در سونخ نے کچھ عرصہ کیلئے حکومت کی گرتی ہوئی ساکھ کو چالیا محمد علی کو پریلی اس خاندان کا پسلا شخص تھا جیسے 1656ء میں صدر اعظم مقرر کیا گیا وہ 1661ء میں فوت ہو گیا تو اس کا پیسا اس عمدہ پر فائز ہو گیا احمد کو پریلی نے پدرہ سال تک ترکی کو مزید انحطاط سے چائے رکھا لیکن اس خاندان کے زوال کے ساتھ ہی جب ایک نئے ملکوں مزاج وزیر کا تقرر ہوا تو ترکی افواج پر یکساں نو عیت کی بربادیوں کا نزول شروع ہو گیا تاہم 1682ء میں جب قرہ مصطفیٰ صدر اعظم کے منصب پر فائز ہوا تو اس نے موقع دلکھ کر چار

لائک کے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف پیش قدی کی، بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ترکی لشکر، رومی سلطنت کے بایہ تخت میں بغیر کسی ضرب شدید کے داخل ہو جائے گا لیکن راہ میں لوٹ مار کی وجہ سے اس کی رفتار میں سستی آگئی بہر حال قرہ مصطفیٰ نے دیانا شہر کا محاصرہ کر لیا مگر طاقت و تعداد پر بالآخر منصوبہ ہندی اور بھیرت غالب آئی اور ترکوں کو شکست ہوئی اور شمالی مقبوضات بھی ہاتھ سے نکل گئے۔

ان حالات میں سلطان سلیم ثانی نے ایک بار پھر کوپریلی خاندان کی طرف رجوع کیا اور 1689ء میں مصطفیٰ کو پریلیزادہ کو صدر اعظم بنا دیا اس کی مختار اور داشتمند پالیسی نے خاص ترکی میں یونانیوں اور سلامیوں کی آئندہ بغاوت کا سد باب کر دیا اس کے بعد اس خاندان کے دو اور افراد اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے مگر ان میں اپنے اسلاف کے جوہر کی کمی تھی اس لئے وہ ترکی کے مزید زوال پر کوئی حدش باندھ سکے تھی کہ سلطان مصطفیٰ ثانی کے دور میں ترکی کی رہی سی ساکھ بھی ختم ہو گئی پہلے 1698ء کے معاهدہ کارلووڑز کی رو سے ٹرانسلواینا اور ہنگری میں میر دش کا شہانی حصہ اور تھس کا مغربی حصہ سلوانیا کے پیشتر علاقے کے ساتھ، آسٹریا کے قبضہ میں چلا گیا پو لینڈ کے بعض علاقوے اسے واپس مل گئے وہی دو علاقوں پر اپنا قبضہ تسلیم کرالیا۔

ستہ سال بعد احمد ثالث کے زمانے میں معاهدہ پاساوودڑز کی روز سے آسٹریا کو باقی ماندہ ہنگری بھی مل گیا اور ترکی حدود مزید سست گئیں سلطنت عثمانیہ کا وقار ختم ہو گیا آئندہ وہ کسی کیلئے بھی قدر غضب کی علامت نہ عن سکا اب ترکی صرف سفارتی نقطہ نظر سے اہمیت اختیار کر گیا تھا اب دوسری طاقتیں اس کے بد لے میں جنگ کرتی تھیں باب عالی کا دائرہ عمل صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ جنگ سے احتراز کرے اسی میں اس کی یہا کاراز مضر تھا۔

خود آزمائی

- 1 سلیم اول کی فتوحات نے ترکی کو مشرق و مغرب میں جواہر امام اور عظمت عطا کی اس پر ہٹ کیجئے۔
- 2 سلیمان ذی شان کے کارنا مول اور سیرت پر تبصرہ کیجئے۔
- 3 کوپریلی وزراء کی خدمات پر جامع نوٹ لکھئے۔
- 4 سلطنت ترکی کے انتظام کی داخلی اور خارجی اسباب میان کیجئے۔

یونٹ نمبر 3

یونٹ کا تعارف :

دولت عثمانیہ کی تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ فطرت نے ترک قوم کو زبردست قوت نمودے نواز اے بارہا ایسا ہوا کہ حکومت کی بینادیں ہل گئیں مگر ہر بار اس کی توانائی کے اسباب پیدا ہو گئے اور وہ تین مسلسل صدیوں تک نہ صرف باقی رہی بلکہ سلیمان ذی شان کے پر ہنگوہ دور تک عظمت و کمال کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ گئی لیکن تاریخی سفر میں زوال ضرور آتا ہے ترکوں کے ہاں بھی ایسا ہوا کہ سولوں صدی کے آخری نصف حصہ میں زوال کا رجحان شروع ہوا۔ اس بار ترک فرمانزو اؤں کی جائے ان کے وزراء جن کا تعلق کو پریلی خاندان سے تھا۔ ان کے لیے باعث تقویت نے اور نصف صدی تک مملکت کے زوال کو روکنے یا اس کی رفتار کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوئے تاہم اخباروں میں صدی کے آغاز میں عثمانی سلطنت خاصی حد تک مست کر رہ گئی اور اس کی روح جہاد میں بہت حد تک کمی واقع ہو گئی۔

اس یونٹ میں آپ دیکھیں گے کہ ترکی کے گرد فوج کی دنیا انقلاب کی زد میں آگئیں پورا یورپ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے مشرقی ممالک بالخصوص اسلامی دنیا میں اپنی نوآبادیات قائم کر رہا تھا اور اسلامی عظمت شہرت کے مالک ممالک بھی اپنا اقتدار کھو کر رہ گئے تھے ان حالات میں ترکی بھی یورپی اصطلاح کے مطابق مرد ہماری کر رہ گیا تھا اور بڑی طاقتیں اس کے حصے بڑے کرنے پر تلے بیٹھے تھے لیکن اس کمزور حال میں بھی ترکی اپنے مکمل زوال سے محفوظ رہا اس نقطے نظر سے ترکی تاریخ کے آئندہ تین سو سو سو جو ہمارے زیر مطالعہ ہیں اس میں خاص طور سے رد اس کے جارحانہ جملے ان کو روکنے کیلئے بر طانیہ کی حکمت عملی اور انگریز افواج کی کوششیں قابل توجہ ہیں مملکت میں اندر ورنی تبدیلیاں مصر کی قطعاً عیحدگی دیگر عرب علاقوں سے ترکی کا انخلاء روی جنگیں، تحریک نوجوانان ترک کی امیداء اس کا کروار اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے سیاسی حالات صطفیٰ کمال کا عروج، تشنیخ خلافت گرینڈ نیشنل اسمبلی کا قیام اور جمورویت کا آغاز شامل ہیں۔

یونٹ کے مقاصد :

اس یونٹ کے مطابعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- (۱) روس کے عروج کے بارے میں آگاہ ہو سکیں گے۔
- (۲) یورپی طاقتوں کی بر قدر ترقی نوآبادیوں کے قیام اور ترکی کے بارے میں انکی منصوبہ ہندی کا احاطہ کر سکیں۔
- (۳) تحریک نوجوان ترک کی سرگرمیوں اور انکے ثمرات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- (۴) سلطنت و خلافت کے آخری ایام اور ملک کی زوالی حالی سے واقعیت حاصل کر سکیں۔
- (۵) جدید ترکی کے قیام سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔

لازی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

1- محمد عزیز، دولت عثمانیہ، جلد اول صفحہ نمبر 170 تا 460

جدید ترکی اور مصطفیٰ کمال

2- مولانا غلام رسول میر، تبرکات، صفحہ 211 تا 257

(الف) اقوام مغرب کا عروج

3- لیں پول، سلاطین ترکیہ (اردو ترجمہ نصیب انتر) صفحہ نمبر

(ب) ترکوں کے زوال کی انتہاء

230 سے 511 تک

(ج) مردمہمار

4. Hitti, P.K. The History of the Arabs, pp: 716-41

(د) آخری تیاردار

(ر) تحریک نوجوان ترک

(و) سلطنت و خلافت

اہم نکات :

دولت عثمانیہ صدیوں عروج کی منازل طے کرتی ہوئی سوتوں میں صدی تک اپنی شریعت کی انتہاء کو پہنچ، اس دوران شمال کے اس حصہ میں جس سے یونانی سلطیہ اور سرما بیان کے نام سے واقع تھے پہنچ تحریکیں اپنا کام کر رہی تھیں لیکن سلیمہ و سلیمان بیٹے عظیم فرماداؤں کی بہیت و جلال سے دہی ہوئی تھی۔

حیثی کہ 1720ء میں ترکی کے زوال کے وقت تک روس کی حیثیت ایک دبے ہوئے فریق کی تھی بلکہ 1739ء کے معاهدہ بلگراد کی رو سے بھی ترکی کو روس پر ایک گونہ سبقت حاصل تھی البتہ 1774ء میں عبدالحمید اول کے دور میں معاهدہ کنارجی کی رو سے روس کو ایک گونہ سبقت حاصل ہو گئی جس کے نتیجہ میں ترکی حکومت کمزور سے کمزور ہوتی گئی اور روس کو اس حد تک فائدہ حاصل ہوئے کہ 1783ء تک کریمہ جسماں اہم علاقہ روسی حکومت میں ضم کر لیا گیا اور ترکی کے اتحادی بھی اس کے کام نہ آئے تاہم کسی سطح پر روس سے باب عالی کے ساتھ تعلقات رہے مگر اندر سے روس کی خواہش تھی کہ کسی نہ کس طرح ترکی حکومت ختم کر دی جائے۔ اس کیلئے روس کی ملکہ کیتھرین نے در پردہ آسٹریا کے ساتھ ایک معاهدہ کی رو سے سلطنت عثمانیہ کی تقسیم کی تجویز پیش کر دی تھی جسے نظاہر شاہ آسٹریا جوزف نے منتظر کر لیا تھا اس شبہ پر روس نے 1788ء میں اوغاف کا محاصرہ کیا جہاں ایک زبردست ترکی فوج متعین تھی اور جس کی پشت پر مولڈو یویا سے والا چپہ تک اہل شمال کی طاقت موجود تھی اس میں ترکوں کو ناقابلٰ علائی نقصان پہنچا اور دوسرے سال ہی روسی جزل سموور فاتح اوغاف نے قلعہ اسٹا عیل کی جانب پیش قدمی کی اور 1790ء میں اسے بھی سر کر کے ایسی درجنگی کا مظاہرہ کیا کہ بقول ایور سلے روسی جزل کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

1792ء میں سلطان سلیم ثالث اور ملکہ کیتھرین کے درمیان بابی کے مقام پر معاهدہ امن ہوا وہ اپنے جذبات کا احترام نہ کر سکی اور ترکی کیخلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں خوش قسمتی سے 1796ء میں ملکہ کی موت اس کے ارادوں کے درمیان حاصل ہو گئی یہ صرف وقتي التوا تھا ورنہ 1806ء میں روس کی فوجیں بغیر اعلان جنگ مولڈو یویا اور والا چپہ کی حدود میں داخل ہو گئیں اسی دوران میں جون 1807ء میں زار روس اور شہنشاہ فرانس کے درمیان ایک معاهدہ ہوا اور یہ طے پایا کہ سلطنت عثمانیہ روس کے رحم و کرم پر رہے گی۔

یہ شاخصانہ اس وجہ سے ہو اکہ نپولین بوناپارٹ جو اس زمانے میں فرانس میں انقلاب برپا کر کے پورے یورپ کیلئے ہوا ہما ہوا تھا۔ عالی نے اسے شہنشاہ فرانس تسلیم کر لیا تھا۔

اس اقدام سے قبیل مدت کیلئے ترکی پار پارہ ہونے سے بچ گیا اس پر برطانیہ کے فوج ڈینگ نے ترکی کو نپولین کا باطن ظاہر کر کے یہ بات ثابت کی کہ وہ ترکی کی تقسیم چاہتا ہے اور عملی طور پر بھی یہ بات صحیح تھی کہ نپولین ظاہر ترکی کے ساتھ دستی کے باوجود اس نے آسٹریا کو ترکی کی تقسیم خالائق دیا تھا جس طرح وہ نسلت کے مقام پر روس پر بھی یہ عنديہ ظاہر کر چکا تھا۔

لارڈ ڈینگ نے ترکی کو روس کے ساتھ صلح پر آمادہ کر لیا جس سے ترکی کو عارضی طور پر روس کی طرف سے پیش قدی کا خطروہ ٹھیک کیا اور ادھر نپولین نے 1812ء میں ماسکو پر پڑھائی کر دی۔ روسیوں نے نپولین کے پیچے سے پلے ہی شر کو خالی کر دیا تھا اس نے روی فوجوں کا انتظار کیا مگر سر دی کا موسم آگیا شدت سے برف باری ہوئی اس کی بہت سی فوج تباہ ہو گئی باقی فوج کو لے کر واپس لوٹا تو راستہ میں چیکو خوف کی ڈینیوب والی فوج اس کی تباہ کن پسپائی کیلئے ضرب کاری ثابت ہوئی۔

اس وقت 1812ء تک ترکی خود اپنے لئے جنگ کرتا تھا، نئے علاقوں کی خاطر بلکہ عام طور پر حملہ آوروں کو اپنی سرحدوں سے دور رکھنے کیلئے۔ نپولین کی نسلت کے بعد صورت حال بدل گئی اب دوسری قومیں ترکی کیلئے بر سر پیکار رہنے لگیں وہ بھی اپنے مفاد میں، ساحل بساforس پر اقیع بلااد و امصار یورپی طاقتوں کے درمیان پڑی ہوئی ایک ہڈی من گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ ان پر بقدر حاصل کرے لیکن دوسری طاقتوں کے ڈرتے ہوئے وہ انہیں ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈرتی تھیں اس طرح ترکی یورپی طاقتوں کے توازن کا اہم ملک من گیا ہر ایک کو یہ خطرہ لاحق رہنے لگا کہ یہ توازن کسی دوسری طاقت کے پلے میں گر کر گاڑنہ پیدا کر دے۔

اتحادیوں سے تعلقات کی بنا پر ترکی نے 1809-12ء کی نپولین کے ساتھ روی جنگ میں روس کا ساتھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود جب بھی موقع مانندہ طاقتوں برطانیہ فرانس اور روس نے ترکی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جیسا کہ 1822-28ء کی یونانی جنگ میں ہوا پھر 1828ء میں انہی طاقتوں نے ایک ڈرامائی انداز میں قیح حاصل کر لی اور سلطان محمد ثانی ایک غلط اطلاع کی وجہ سے پر ڈال دینے پر مجبور ہوا۔ غرض کہ انیسویں صدی میں ترکی کا شیرازہ رفتہ رفتہ منتشر ہونے لگا تھی کہ ترکی کو یورپ کے آخری مقبوضے کو بھی خیر آباد کہنا پڑا، ہوا یہ کہ یونان کی بغاوت میں برطانیہ فرانس اور روس نے اپنے حلیف کی جائے یونان کا ساتھ

دیا، روس نے باقاعدہ بلقان پر مبنی حکومتی کردی جسے آئینی عزم سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا تھا مگر روس کے حلقوں کی وجہ سے اسے 1829ء میں ذلت آمیز معاہدہ اور نہ پر آمادہ ہونا پڑا۔ اور یوں یونان کو آزادی مل گئی اور سلطان کو اپنی اصل حدود میں واپس جانا پڑا۔

محمود ثانی جب تخت نشین ہوا تو وہ محض ایک چہ تھا اس کو در پیش خطرات میں زار روس کی اعلانیہ دشمنی، نپولین کے خطرناک ارادے اور ترکی کی تقسیم کی تجویز تھی۔ ان سے جب وہ عمدہ رہا ہو چکا تو برلنی دشمنوں کی جگہ اس کے ہی افراد خانہ نے لے لی بڑے بڑے پاشا دور در از صوبوں پر غاصبانہ قبضہ کر پہنچا اور سلطان سے باغی ہو کر خود حکمران من پہنچا۔ مقامی امراء اپنے اپنے علاقوں میں جا گیر دارانہ حکومتیں رکھتے تھے اور سلطان کے عمدہ یدار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ان میں سب سے زیادہ خطرناک علی پاشا تھا جس نے وحشیانہ مظالم کے ساتھ الباہنیہ پر قبضہ کر لیا تھا مگر سلطان کی فوج نے 1820ء میں اسے قتل کر دیا۔

ایسے دشمنوں کے مقابلہ میں صفائی ہونے کیلئے ایک مضبوط فوج اور معادن رعایا کی ضرورت تھی لیکن لوگ سلطان کے معین کرده افسروں کی بد انتظامی سے نفرت کرتے تھے، اور مقامی امراء کو پسند کرتے تھے، یعنی چری کی روایتی و فادری بغاوت میں بدل پہنچی تھی۔ ایسی ضمیر فروش افواج کو ان کی قیام گاہوں میں نظر آتش کر دیا اور سلطان نے ایک تینی فوج ترتیب دی اور ان کے ساتھ خود بھی فوجی کی طرح مستدر ہنئے لگا مگر اس عرصہ میں اسے ایک دوسرے خطرے سے دوچار ہونا پڑا مصر کے والی محمد علی نے بغاوت کر دی اور شام کو عبور کرتا ہوا بساخورس تک تاخت و تاراج میں مشغول رہا۔ ترکی کی خوش قسمتی کہ یہ میں موقع پر 1833ء میں روس نے قسطنطینیہ کو چالا کیا اس کے بد لے میں روس کو درہ دانیا کے استعمال کی مخصوص رعایت حاصل ہو گئی تاہم محمد علی پاشا کی جدوجہد ختم نہیں ہوئی اتحادی قوتوں میں سے اسے فرانس کی حمایت حاصل تھی اور برلنیہ دیگر پارٹی کی وجہ سے اپنے اندر وطنی معاملات میں اس قدر ملوث تھا کہ اسے خارجی مسائل میں الجھنے کی فرصت نہیں تھی آخر کا انگلش بحری بیڑہ سلمان کی مدد کیلئے بہت تاخیر سے روانہ ہا اور اس نے نکد پر قبضہ کر لیا۔

ان حالات میں سلطان محمود ثانی کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا پیٹا سلطان عبد الجید تخت نشین ہوا 1841ء کا معاہدہ اسی کے دور میں ہوا جس کی رو سے محمد علی پاشا کا دائرہ اقتدار صرف مصری مقبوضات تک محدود کر دیا گیا۔

یہ معاہدہ ترکی کی عظمت کو اللواعی پیام تھا، پہلی مرتبہ اب سلطان کی حکومت کی سالمیت اور آزادی

باقاعدہ طور پر عظیم طاقتوں کی خانست میں تھی۔

انیسویں صدی کے نصف آخر کے دوران تک یورپ میں ترکی اپنی اصل حدود تک محدود ہو گیا جبکہ شمالی افریقہ کے عرب علاقوں بھی اس سے رفتہ رفتہ الگ کر دیئے گئے سب سے پہلے الجیرا پر فرانس نے قبضہ کیا۔ مصر کے بارے میں ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں ایک اور نقصان جسے ترکی کو رد اشت کرنا پڑا وہ تھا 1861ء میں سلطان عبدالجید کا انتقال جس کے ساتھ ہی ترکی کی دوبارہ زندگی کی توقعات بھی دفن ہو گئیں۔

اس کے بعد اس کا بھائی عبد العزیز تخت نشین ہوا۔ یہ نمایت جاہل اور محصوب شخص تھا جس کی ضفول خرچی نے ملک کو دیوالیہ بنا دیا تھا اسی کے دور میں ترکی کیلئے جو ”یورپ کا مرد ہمار“ کی اصطلاح 1844ء میں استعمال تھی واقعی سچ خانست ہوئی۔ اس کی نالائقی کی وجہ سے اسے 1876ء میں معزول کر دیا گیا اس کا جانشین مراد خامس ہوا تین ماہ بعد دماغی اختلال کی وجہ سے اسے بھی تخت سے اترنا پڑا اور اس کی جگہ سلطان عبدالحمید ثانی تخت نشین ہوا۔

یہ سلطان ذکی بھی تھا روزہ ہیں و فطیں بھی، مگر گزشتہ فرمائز والوں نے حالات اتنے خراب کر کے تھے کہ اس کی ذکاوت و ذہانت وہ کارنا سے انجام نہ دے سکی جس کی اسے خود سے توقع تھی تاہم جو کچھ ان حالات میں اس نے کیا اس کے مد نظر ہم اس سلطان کو ترکی کا مسیح اتو نہیں تیاردار ضرور کہ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں دوں اعظم اس کے حصے پڑے کرنے پر تلقی بیٹھی تھیں۔ اس کا روس کیخلاف اعلان جنگ واقعی ایک جرات منداہ اقدام تھا شروع میں ترک خود کو سنبھالے رہے خاص طور پر ایشاء میں جماں انہوں نے بعض جنگیں جیت لی تھیں اور ہر روسیوں نے ناٹکوپونس پر قبضہ کر لیا اور مسلمان کی طرف پیش قدی کی اس کے متوجہ میں جنگ پڑیا ہوئی جس میں اگرچہ بالآخر ترکوں کو شکست ہوئی مگر اپنے پیچا سہزادروں جیوں کی جائیں گوا کر۔

اس کے بعد روس کے جزل گور گو نے 1878ء میں دوبارہ بلقان عبور کیا اس کی یہ معماً معاہدے سان سٹیفو 3 مارچ 1878ء پر منعقد ہوئی مگر اس معاہدہ کی شرائط ترکی کیلئے اس قدر نقصان دہ تھیں کہ دزیر اعظم ٹانا نیہ ڈڑا ٹھیلی نے اسے منسوخ کر کے معاہدہ مدد لینے طے کیا ہے اگرچہ باو قار صلح نامہ کا نام دیا گیا مگر ان کی رو سے سرو دیا، موٹی تیگڑا اور رومانیہ کو آزادی دیدی گئی بلغاریہ کی حکومت وجود میں لائی گئی ایک خود مختار اور دوسرے اباب عالی کے زیر اقتدار، تھسلی یونان کو دیدیا گیا روس کو لمبر ایسا کا علاقہ مل گیا ان شرائط کی تحریکیں کیلئے بڑھانیے نے ترکی سے اس کی ایشیائی مقبوضات کی سر پرستی کا معاملہ کر لیا جزیرہ قبرص کو بھی بڑھانیے کے پردہ

کرنا پڑا اگر اس قدر یورپی علاقوں سے ہاتھ دھونے کے باوجود ترکی کو اٹھینا و سکون کے چند نجات بھی میسر نہ آئے کیونکہ اس معاهدہ کے فوراً بعد جماں برطانیہ نے قبرص کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا�ا ابھا فرانس نے تونس پر جارحانہ قبضہ کر لیا۔

مردمہمار کے خاتمہ بالخیز کیلئے جماں اور بہت سے نجی استعمال کئے گئے وہاں اسے قرضہ کی چاٹ پر بھی ڈالا گیا اور اسے دیوالیہ مہا کر چھوڑا۔ یہی حال مصر کا بھی کیا گیا تھی کہ اساعیل پاشانے ملکی و سائل معاشر سویز کے رہن رکھوانے ہے بعد میں توفیق خدیو نے انگریزوں کے نام پیغ کر دیا اس طرح نہ صرف ترکی اقتدار کو صدمہ پہنچا بلکہ مصر کی آزادی بھی ختم ہو گئی۔

ان ہتھیاروں سے معاهدہ ملن کے تحت ترکی کی جزوی تقسیم کا ایک منصوبہ مکمل ہو گیا 1905ء میں روس اور آسٹریا نے دولی عظمی کی نمائندگی کرتے ہوئے تقسیم کا ایک دوسرا منصوبہ تیار کیا اس دفعہ ان کی نظر مقدونیہ پر تھی اس مقصد کیلئے یونان، سرداپ اور بالھو صبی بلغاریہ نے مقدونیہ میں قشہ و فساد پھیلانا شروع کیا جس کی وجہ سے دول عظمی کو مد اخلت کا موقع مل گیا پر و گرام مرتب ہوا اور مقدونیہ کی تیتوں والا یتوں میں امن و امان کی ذمہ داری ترکی انسپکٹر جزل کے تحت ایک بن الا قوای پولیس کو تفویض ہوئی اور انکروس، آسٹریا، انگلستان، فرانس اور اٹلی کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیا کہ ہر حکومت اپنے حصے کے امن کی ذمہ دار ہو لیکن ہنگامے اور شور شیں پھر بھی ختم نہ ہو سیں اور دول عظمی یہی چاہتیں تھیں کہ 1904ء کے بعد مردمہمار کی ماں کے حصے بڑے بھی کر دئے جائیں۔

1908ء میں شاہ ایڈورڈ اور زار نکولیس نے رویال میں ملاقات کی اور مقدونیہ میں امن و امان قائم کرنے کے لیے ایک جدید پر و گرام مرتب کر لیا مگراب مردمہمار کے بالغ نظریہ (Young Turks) اپنے پیروں پر کھڑے ہو چکے تھے، جنہوں نے صرف مردمہمار کے آخری تمادار سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی بلکہ دول عظمی کے سارے منصوبے بھی خاک میں ملا دیئے۔

یہ نوجوان ترک وہ لوگ تھے جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں تعلیم یا ملازمت کی غرض لندن اور پیرس پہنچ چکے تھے اور اہل یورپ کی آزادی سے متأثر ہو کر اپنے لوگوں کے حقوق کیلئے منظم ہو چکے تھے افغان اور سیاست پر انکا پہلا اخبار ”حدیث“ لندن سے 1864ء میں شائع ہوا اس اخبار کے ذریعے قوم کے نوجوان ادبی اور شعراء نے مغربی خیالات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے عوام تک پہنچایا 1888ء میں کتبہ طیبہ عسکریہ قسطنطینیہ

نے "انجمن اتحاد و ترقی کی تشکیل کی اس کے زیر اثر پریس، جیلو، مصر وغیرہ میں بھی نوجوان ترک متحرک ہوئے اور جگہ جگہ انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں انیسویں صدی کے آخری عشرے میں عثمانی سلطنت کے بہت سے عمدیدار بھی انجمن کے اراکین عن پچھے تھے اس زمانے میں ملک میں ایک انقلاب لانے کی بھی کوشش کی گئی جو ناکام ہوئی اور اس میں شامل افراد کو جلاوطنی کی سزا دی گئی جنہوں نے اخبارات جرائد اور رسائل کے ذریعے حکومت کیخلاف بلا خوف پروپیگنڈا کیا، نوجوان ترکوں کو مدحت پاشا کی حمایت حاصل تھی جو ایک مردست و ستوری انقلاب لانا چاہتا تھا اس و ستور کے مطابق سلطان یا خلیفہ کی حیثیت صرف ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہ ہوتی۔

مدحت پاشا کی متوازی مراد بے تھا جو کا کیشیا کے ایک مقام دامتستان کا رہنے والا تھا اور مصر میں نوجوان ترکوں کا زبردست متحرک و موید تھا اس لئے اس بھی تحریک کے دوسرا اراکین کی طرح مصر سے فرار ہونا پڑا یورپ میں اسے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی مگر جماعت تقسیم ہو گئی۔ کیونکہ مراد بے اعتدال پسند اور مصلحت کیش اور اتحاد میں مسلمین کا حامی تھا جس کیلئے وہ سلطان یا خلیفہ کو بالکل ہی عضو معطل دیکھنا نہیں چاہتا تھا بلکہ خلینہ کے اختیارات اور فرائض کا تعین کرتے ہوئے اس کے وقار اور اس کی عملی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے نزدیک عالم اسلام سے رابطہ کیلئے خلافت کا وجود ضروری تھا۔ اس تضاد کی بنا پر اسے یورپ سے بھی رخصت ہونا پڑا۔ اس دوران میں داماد محمود پاشا جو سلطان کا برادر نسبتی تھا اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ فرانس پہنچا اور اس نے احمد رضا پاشا جس کے ہاتھ میں یورپ میں ترک نوجوانوں کی باغ دوڑ تھی کو اس تحریک کی حمایت کا یقین دیا۔ مگر ان دونوں میں زیادہ عرصہ نہ سن کی اور یوں تحریک میں ایک اور کروہ کا اضافہ ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود یہ سب سلطان عبد الحمید ثانی کی معزولی پر متفق تھے جس کا اندازہ 1902ء کی آزاد عثمانیوں کی پہلی کامگیری سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں نوجوان ترکوں کے سب فریق شامل تھے۔

سلطان عبد الحمید نے اپنے برادری نسبتی اور اس کے دونوں بیٹوں کو واپس بلانے کی انتہائی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اس دوران 1903ء میں داماد پاشا کا انقلاب ہو گیا اور واقعی طور پر احمد رضا اور محمود پاشا کے صاحبزادے صباح الدین کی مصالحت ہو گئی مگر اس نے ایک الگ تنظیم تشکیل دی۔

البتہ احمد رضا مستقل مراجی کے ساتھ نیشنلزم کی جدوجہد میں معروف رہا اس میں بہر حال 1908ء سے پہلے خاص کامیابی نہیں ہوئی۔

1906ء میں دمشق میں چند فوجی افسروں نے ایک خفیہ انجمن "وطن" کی بنیاد ڈالی اس میں مصطفیٰ

کمال کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ و مشق سے اس کی شانیں مختلف مقامات میں متین افواج میں قائم ہونا شروع ہو گئیں اس کیلئے سالوں کا کوہیز کو ارتھ بنا گیا جو مصطفیٰ کمال کا آبادی وطن تھا اس نے اساف کا لمحہ کی بہت سے فوجی ساتھیوں اور سالوں کا کے فوجی مدرسے کے اساتذہ کو اپنا ہم خیال بنا یا اور اس کا پہلا اجلاس منعقد کیا اور انجمن کا نام ”وطن و حریت“ ہو گیا۔ اس دوران میں 1907ء تک انجمن اتحاد و ترقی بھی وجود میں آچکی تھی۔ انجمن ”وطن و حریت“ بھی اس میں ختم ہو گئی دوسری طرف اسی زمانے میں آزاد عثمانیوں کی دوسری کانگریس بھی ہیرس میں منعقد ہوئی جس میں یہ طبقاً کہ انقلاب ناگزیر ہے۔

قبل اس کے کہ ترکی اپنا قالب بدل لے اور خلافت و سلطنت، نوجوان ترکوں یا کسی اور خفیہ تنظیم کے ہاتھوں دستوری یا انقلابی شکل اختیار کرے۔ آخری تیاردار سلطان عبد الحمید ثانی نے اپنی پوری قوت اور ذہانت سے یورپی طاقتوں کے دام تزویہ کے تاریخ پر منتشر کرنے کیلئے سب پہلے جرمنی سے تعلقات استوار کے پھر ایشیائے کو چک میں ریلوے لائن پر توجہ دی اور ایک جرم من کرنے نے حیدر شاہ سے انگرودہ تک ایک ریلوے لائن قائم کی اور پھر اسے جنوب و مشرق تک بڑھا کر قونیہ تک پہنچا دیا۔ دوسرا منصوبہ اسی ریلوے لائن کے میسوپوٹامیا تک بڑھانے کا تھا جو 3-1903ء تک شروع ہو گیا اور پھر بعد اور ریلوے سیکم پر بھی کام شروع ہو گیا جو سلطان کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔

سلطان نے مالیات کے شعبہ میں اصلاح کی اور ترکی کی میعشت کو بہتر بنایا۔ رہنوں کا قلع قلع کیا اور ملک میں امن و امان کو استحکام بخشا، عدیہ پر توجہ دی، عیسائی رعایا کے ساتھ حسن سلوک کیا، تعلیم میں بے پناہ اصلاحات کیں۔ اور متعدد سکول کا لمحہ اور یونیورسٹیاں قائم کیں مگر اس کے باوجود وہ نو شہنشہ تقدیر کونہ تال س کاملک میں ہر تالیں شروع ہوئیں اور حکومت سے عدم تعاون پر عمل کا آغاز ہوا آخر 24 جولائی 1908ء کو خلیفہ نے دستوری حکومت کا اعلان کر دیا اور بغیر کشت و خون انقلاب عظیم کی تحریکیں ہو گئی اس کا سر انوجوان ترکوں بالجہ ملک کے فوجی نوجوانوں خصوصاً مصطفیٰ کمال اور انور بے کے سر پر باندھا جاسکتا ہے۔

سلطان پر متعدد الزامات لگا کر شیخ الاسلام سے فتویٰ لیا گیا اور اسے معزول کر کے سالوں کا لمحہ دیا گیا جہاں وہ 1918ء تک نظر بدرہ کر فوت ہو گیا یہ تھا ترکی کے آخری چارہ گر کا انجمام۔

عبد الحمید ثانی کے عزل، نوجوان ترکوں کے استقلال اور دستوری حکومت کے قیام کے بعد ایک ایسے ناؤں اور عمر سیدہ محمد رضا شاہ کو سلطان و خلیفہ کے منصب پر بھایا گیا جس کی کمر زوال پذیر حکومت کی طرح خیدہ

تحیٰ نے اپنا ہوش تھا نہ حکومت کا، اوپر سے موئی نگرو، بلغاریہ، سروپا اور یونان کی ریاستوں نے بلقان پر حملہ کر دیا جس میں ترکی کو شکست ہوئی مگر جلد ہی بلقانی اتحادیوں میں باہمی جنگ چھڑ گئی ترکی کے انور پاشا نے فائدہ اٹھایا اور 1912ء کے آخر تک پہلے قصر میں اور پھر اورانہ پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔

یورپ میں یہ مم جوئی جو عالارض اور افراتقری کا دور تھا بڑی طاقتیں چھوٹے ممالک کو لگانے اور ہڑپ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور پوری دنیا میں جنگ کی کیفیت طاری تھی ان حالات میں ترکی نے جرمنی کے ساتھ ایک خفیہ معاهدہ کیا اور کچھ عرصہ بعد جرمنی نے روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ترکی کو بھی میدان جنگ میں کو دنایا پڑا، اتحادیوں کو کمزور کرنے کیلئے انبائے کوہنڈ کر دیا تاکہ روس کو برطانیہ اور فرانس کی مدد نہ پہنچ سکے۔

جنگ عظیم 18-1914ء نے دوران میں اتحادیوں نے مل کر آخری بار ترکی کی تقسیم کا منصوبہ بنایا مگر 1917ء میں روس میں بالشویک انقلاب کی وجہ سے اتحادیوں کی قوت کمزور ہو گئی، ترکوں نے متعدد علاقوں واپس حاصل کرنے امریکہ کی مدد اخذ کی وجہ سے جنگ کی شدت میں کمی واقعہ ہو گئی مگر بعد میں جب جرمنی ترکی کی کسی قسم کی مدد کے قابل نہ رہا تو 1918ء میں انجمن اتحاد و ترقی کے اہم رہنماء پوش ہو گئے اسی دوران میں جولائی 1918ء میں سلطان محمد خامس کا انقلاب ہو گیا اور اس کی جگہ وحید الدین، سلطان محمد سادس کے لقب سے محمد و اختیارات کے ساتھ تخت پر بٹھا دیا گیا اس نے دسمبر 1918ء میں قومی اسمبلی کو توزی دیا، جس کی وجہ سے ملک میں سیاسی خلاء پیدا ہو گیا۔

اس دوران میں 18 جنوری 1919ء کو پیرس میں صلح کا نفرنس شروع ہوئی جس کی تمام شرائط ترکی کیخلاف تھیں ان کی تحریک میں امریکہ کے صدر ویلسن حاکل ہو گئے جس کی وجہ سے اس کا نفرنس کی شرائط مددھری کی دھری رہ گئیں البتہ مگر میں یونانی فوجیں سرنا میں اتریں تو سرفوشان وطن نے انکو منتشر کر دیا ان سرفوشوں میں مصطفیٰ سماں پاشا کا کرد ارشاندار منفرد اور ممتاز تھا اس کی اور ترکی کی خوش قسمتی سے اسے تھڑا آرمی کا انسپکٹر جزیل بنا کر مشرقی اطاولیہ پہنچ دیا گیا جہاں اسے آزادانہ موقع مل گیا دارالخلافہ سے دور اس نے اہم فوجی اور سیاسی شخصیتوں سے ملک کر سلطان کو کاپنہ توڑنے پر مجبور کیا۔

تنی کاپنہ وجود میں آئی تو پچھ نکالی پروگرام مرتب کیا جو بعد میں انقرہ کی قومی مجلس میں ”قومی معاهدہ“ کی حیثیت سے تشییم کیا گیا اس پر سلطان اور اتحادیوں کا رد عمل سخت تھا، اتحادیوں سے قسطلیہ میں فوجیں اتنا ریں اور قوم پرستوں کو قید کر لیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا مگر بہت سے قوم پرست سلطان کے جزو تھدے سے

ج کر انفرہ پہنچ گئے خود مصطفیٰ کمال پاشا ہی ان میں شامل تھا 23 اپریل 1920 کو نئی کابینہ کا پہلا جلاس شروع ہوا جس میں نیاد ستور مرتب کرنے کا آغاز ہوا۔ اسمبلی نے مصطفیٰ کمال پاشا کو صدر منتخب کیا اور بعد میں اس کو نیا سربراہ بھی مقرر کیا گیا اسیلی ہی سے نئی حکومت کے اراکین پہنچ گئے مفہوم اور انتظامیہ دونوں کے اختیارات اسے حاصل تھے اس طرح گرینڈ نیشنل اسمبلی کی نویعت ایک عارضی انقلابی حکومت کی ہو گئی۔

اس دوران میں اتحادیوں نے معابدہ سیورس طے کیا اور سلطان کوبے دست و پا گھلوٹا ہوا دیا اس کی شرائط قوم کیلئے نمایت ذلت آمیز تھیں اس لئے معابدہ کو عوام میں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی قوم مصطفیٰ کمال کو اعتمادے پچھی تھی اور وہ ائمہ اعتماد پر پورا التر نے کیلئے پانچ مجازوں پر اتحادی دشمنوں سے نبرد آزمائی کرنے لگا تقریباً ہر مجاز پر اسے کامیابی حاصل ہوئی اگست 1922ء میں ترکوں نے مصطفیٰ کمال کی کمان میں پیش قدمی کر کے یونانیوں سے سرنا خالی کروالیا اب تر کی افواج کا رخ قسطنطیلیہ کی طرف تھا اس مجاز پر بڑھنے والے اگر انہوں نے گفت و شنید کو ترجیح دی مگر اتحادیوں نے حمافت کی اور کانفرنس میں قومی مجلس کی منظوری کے بغیر سلطان کو بھی بلا لیا عوام اس پر برہم ہو گئے اور یوں بھی ایسی کانفرنس میں ایک مملکت کے دو نمائندے متقاضو نظریات کے ساتھ شرکت کریں اس لئے کانفرنس کے انعقاد سے قبل اس کا فیصلہ ضروری ہو گیا۔ مصطفیٰ کمال نے خود اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور معاملے کو اسمبلی میں پیش کر دیا گیا اور کم ٹو نومبر 1922ء سلطنت اور خلافت کو دو عیحدہ عیحدہ مناصب قرار دے کر سلطنت کا خاتمه کر دیا گیا محمد سادس نے اتحادی جنگی پیڑے میں پناہ لی اور قومی مجلس نے اس کی جگہ سلطان عبدالجید آفندي کو منصب خلافت کیلئے منتخب کر لیا۔

20 نومبر 1922ء کو نورانے کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اتحادی قویں اور قوم پرست ترکی کے نمائندوں نے شرکت کی جس کی شرائط ترکی کے لئے واقعی باوقار تھیں اس طرح ترکی کو مصطفیٰ کمال پاشا کی شکل میں ایک راجہنمائل گیا جو جدید ترکی کا بنیان ہا منصب خلافت کو یہ کہ کر ختم کر دیا گیا۔

”بغداد اور مصر میں سربراہ حکومت (خلیفہ) فرد واحد تھا اب اس کی سربراہی کا خبر پوری ترک قوم کو حاصل ہے۔“

اس کا باقاعدہ اعلان 23 مارچ 1924 کو ہوا جس میں خلافت کی موقوفی کے ساتھ ساتھ شاہی خاندان کی جلاد وطنی شامل تھی اس پر مصر، ہندوستان اور ترکی کے بعض مدنیں نے کافی احتجاج اور خلافت کے خاتمه کو امت کی وحدت کے خلاف گردانا مگر مصطفیٰ کمال پاشا نے اسے قطعاً ہمیت نہ دی۔

خود آزمائی

- 1 معاهدہ کنار جی کب اور کن فریقین کے درمیان ہوا؟ اس کے نتائج کیا رد آمد ہوئے؟
- 2 انیسویں صدی عیسوی میں ترکی جن حالات سے گزر اس کا احاطہ کیجئے۔
- 3 سلطان عبدالحمید ہانی کو ترکی کا آخری چیاردار کیوں کہتے ہیں؟
- 4 نوجوان ترکوں کی تحریک کا آغاز کب اور کن حالات میں ہوا اس تحریک کا کیا مقصد تھا اور اسے کس حد تک کامیابی ہوئی؟
- 5 اتنا ترک، مصطفیٰ کمال پاشا کو جدید ترکی کا صدر بننے کیلئے جن منازل و مراحل سے گزرنا پڑا ان کا احاطہ کیجئے۔
- 6 معاهدہ سیورس کن فریقین میں ہوا؟ اس کی شرائط کیا تھیں؟ اس پر اقلامی حکومت کا کیا رد عمل تھا؟

یونٹ کا تعارف

طوع اسلام ارض حجاز سے ہوا اور اس کی شعائیں ایک صدی کے اندر دنیا نے قدیم کے تینوں براعظموں میں پھیل گئیں۔ اس دور میں ہوامیہ کے زمانہ عروج میں اس کے نور کا اجالا ہندوستان میں بھی پہنچا لیکن اس کی او لمیں سعادت وادی سندھ کو حاصل ہوئی۔ جس کا سر ابھرہ کے گورنر جاجن عن یوسف شفقی کے جوان العمر پھٹھے محمد بن قاسم کے سر ہے۔ اس نے دو سال کی مدت میں سندھ اور ملتان کا علاقہ فتح کر لیا اگر حالات اسے اجازت دیتے تو عین ممکن تھا کہ وہ سندھ و ہند کے دور دراز علاقوں پر اسلامی علم لہ رات۔ لیکن عربوں کی قبائلی حصتیں سرراہ ہوئیں اس لیے خلیفہ سلیمان عن عبد الملک نے اسے واپس بلا لیا اس کے جانشین بھی کوئی صحیح کار کر دگی نہ دکھان سکے۔ فتح سندھ کے بعد تقریباً تین سو سال تک اہل ہند کے لیے یاہی میدان بالکل خالی تھا۔ البتہ دسویں صدی کے او اخیر میں امیر سبیگن نے ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں کی طرف توجہ دی۔ کیونکہ اب صرف ہندوستان کی طرف ہی توسعہ ممکن تھی اس وقت افغانستان سے ملحقة علاقے میں بجے پال حکمران تھا، ابتداء اس نے کی۔ جنگ ہوئی جس میں بجے پال کو شکست ہوئی لیکن اصل کام محمود غزنوی نے کیا جس نے صرف تیس سال کی مدت میں ہندوستان پر سترہ جملے کیے جس کے نتیجے میں پنجاب سے لے کر گنگر کوٹ، مقراء، قندو غیرہ معروف مقامات فتح کیے۔ آخری حملہ ”سو منات“ پر کیا جہاں سے کثیر مال و جواہرات حاصل کر کے واپس ہوا اور 1030ء میں وفات پائی۔ اس کی فتوحات کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ اس نے اپنی حکومت، لاہور میں اپنے غلام ایاز کے سپرد کی۔

سلطان محمود کے جانشین آپس میں بر سر پیکار رہے اس لیے وہ اپنے والد کے ورش میں کوئی خاص اضافہ نہ کر سکے۔ اس طرح شاہی ہند کی فتح کا کام ادھورا رہ گیا۔ جس کی تحریک سلطان معز الدین محمد غوری کے ہاتھوں ہوئی۔ اس میں تقریباً دو صدیاں لگیں اس دوران میں راجپوتوں نے اپنا نظام مشتمل کر لیا۔ سلطان معز الدین غوری اگرچہ محمود غزنوی جیسا سپہ سالار نہ تھا مگر اس میں اشاعت اسلام کا جذبہ بکوٹ کوٹ کر بھر اہوا تھا۔

دوسرے یہ کہ وہ فہم و فرست میں بھی اس سے بڑھ کر تھا اگرچہ اس راہ میں ہر تمیث بھی انہما پڑیں۔ مگر اس کے پائے استقلال میں لغوش نہ آئی۔ حتیٰ کہ اس نے آخری زبردست مرے میں پر تھوی راج چوہان کو زبردست شکست دے کر مسلمانوں کے لیے شہابی ہند کے دروازے کھول دیے۔

سلطان محمد غوری کی وفات سے اسلام ہند کو جو نقصان پہنچا وہ ناقابل بیان ہے تاہم اس ملک میں اسلامی حکومت کے قیام کا مشن بہت حد تک مکمل ہو چکا تھا اور اس کے پیچے قطب الدین ایوب محمد بن فتحیار خلجی اور الترش جیسے لاکن فالق افروں کا منتخب گروہ موجود تھا جو اس کے مکمل کام کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا چنانچہ اس کے اولاد نزینہ نہ ہونے کے باوجود ملک میں پہلی دفعہ مسلمانوں کے قدم مستقبل کے لیے مستحکم طور پر جم پکھے تھے۔

لیونٹ کے مقاصد

اس لیونٹ کے مطابعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ۔

- ۱۔ شمالی ہند میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے فتح سندھ کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔
- ۲۔ محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کے اسباب و نتائج سے کماختہ آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ۳۔ سلطان محمود غزنوی کی خدمات اور اسلامی ریاست کے قیام کے لیے اس کے کارناموں کا جائزہ لے سکیں۔
- ۴۔ محمد بن قاسم سے لے کر سلطان محمود غوری تک ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی اور تمدنی ترقیوں کا جائزہ لے سکیں۔

لازیمی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

- | | |
|--|--|
| <p>(۱) محمد قاسم فرشته، تاریخ فرشته (اردو ترجمہ)
 (۲) شیخ محمد اکرم، آب کوثر
 صفحہ ۹۵۶۲۰</p> | <p>سنده و ہندھ میں اسلامی کی ابتداء و اور تقا
 (الف) فتح سندھ، اسباب و اہمیت
 (ب) محمد بن قاسم اور اس کے جانشین
 (ج) غزنویں کی آمد
 (د) محمود غزنوی اور اس کے جانشین
 (د) محمد معززالدین غوری کا دور
 (س) پر تھوڑی راج چوبیان سے مقابلہ اور فتح
 (ش) اسلامی حکومت کا قیام
 (ص) علمی و تمدنی سرگرمیاں</p> |
|--|--|
3. Vincent A - smith, The Oxford History of Indi App. 232 - 43
 4. Hitti. P.K. The History of Arabs, p.p. 213 - 15; 776 - 465
 5. Ameer Ali, A short History of the Saraeens, p.p. 383-85
 6. Ishwari, Parasad, A short History of Muslims Rule in India, pp 80-100

اہم نکات

عرب (مسلمانوں) کی فتح سندھ کسی منصوبہ مددی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ یہ محض ایک اتفاق تھا۔ آنھوئی صدی عیسوی کے اوائل کی بات ہے کہ لٹا کے کچھ جہاز عرب آرہے تھے جن میں وہاں کے راجہ نے خیر سکالی کے طور پر والنی بصرہ حاجع بن یوسف ٹھقینی کو تحالف بھیجے تھے ان جہازوں میں کچھ مسلمان بھی تھے جو جنگ کے لیے جا رہے تھے۔ باد مخالف ان جہازوں کو دھمل کے ساحل کے قریب لے گئی جہاں جہاز لوٹ لیے گئے اور مسافروں کو حرast میں لے کر اندر وون سندھ بھیج دیا گیا۔ حاجع کو پتہ چلا تو اس نے ایک سفیر راجہ داہر کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ مال و اسباب اور قیدیوں کو واپس کر دے۔ مگر اس نے یہ کہ کر سفیر کو واپس بھیج دیا کہ یہ کام بجزی قراقوں کا ہے اس لیے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس پر حاجع بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی تیادت میں ایک انگر سندھ بھجا جس نے راجہ داہر کو نکست فاش دی۔ قیدی اور سامان برآمد کر کے حاجع کی خدمت میں پیش کیے گئے اور نمایت ہی قلیل عرصے میں ملتا تک کا علاقہ فتح کر کے اسلامی قلمرو میں داخل کیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا مقامی نظم و نسق کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ افسوس کہ وہ دار الخلافہ میں سیاسی تبدیلوں کی بھیث چڑھ گیا ورنہ وہ شمالی ہند کے دور دراز علاقوں تک اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرا تا۔

محمد بن قاسم کے جانشین یوجہ اسلامی فتوحات کو وسعت نہ دے سکے مگر اسلام کی اندر ونی تو اتنا کی وجہ سے اس کی سالمیت پر کوئی آنچ نہ آنے پائی بلکہ محفوظ اور منصورہ جیسے اہم مقامات میں علی و تدقی ترقیوں کی وجہ سے مقامی لوگ خاصی حد تک اسلام سے متاثر ہوئے کچھ مسلمان ہوئے تو کچھ بہتر انسانوں نے گئے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم نے صحرائے سندھ میں جو سرچشمہ فیض جاری کیا تھا وہ خشک تونہ ہوا لیکن اس کے عرب جانشین اسے زیادہ وسعت و گرانی نہ دے سکے جو نہیں اس چشمہ فیض سے نکل تھیں وہ ملتان تک آتے آتے خشک ہو گئیں اس لیے پنجاب اور شمالی ہند کے باقی علاقوں میں آبادی ان لوگوں نے کی جو عرب سے نہیں بلکہ افغانستان سے آئے تھے اور انہیں بھی یہاں پہنچنے کے لیے ایک زمانہ اگا۔

سندھ اور ملتان 713ء میں فتح ہوئے تھے اس کے بعد کوئی ڈھانی تین سو سال تک ہندورا جپوت شمالی ہندوستان میں بے کھلکھلے حکومت کرتے رہے۔ باہر سے کوئی مم جو مسلمان ہندوستان نہیں آیا۔ البتہ 980ء کے

قریب امیر سپنگن نے ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد کی طرف نظر کی اور بعض اہم فوجی مقامات لمحہ کر کے آئے۔ والوں کا راستہ صاف کیا جس کا فوری فائدہ اس کے پیٹھے اور جانشین محمود غزنوی کو ہوا۔ اس نے سب سے پہلے محفوظ اور منصورہ کے اسماعیلیوں کے خلاف اقدام کیا کیونکہ وہ اسلام کی اصل روح کو منع کر کے ایک نئے نہ ہب اور تحریک کو جنم دے رہے تھے اسی دوران میں اس نے راجہ سچے پال کو بھی شکست دی اور پھر جب اس کے پیٹھے انڈپال نے اپنے باپ کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے محمود پر حملہ کیا تو اسے بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یوں ہندوستان پر اس کے پے در پے حملوں کا آغاز ہو گیا۔ جو اس کی آخری عمر تک جاری رہا اس دوران میں اس نے پنجاب کے علاوہ شمالی ہند کے بہت سے بیادو امصار کو فتح کیا جن میں مکران، قوچ اور کاگزہ قابل ذکر ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ہدف سومنات تھا، جہاں سے اس کو بے شمار زر و جواہر اور مال و دولت حاصل ہوئی اس کے باوجود شمالی ہند میں اس کی حکومت کو مستقل حیثیت حاصل نہ ہو سکی اس پر طریقہ یہ کہ 1030ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے جانشین باہمی جنگ و جدال کی وجہ سے اس کے مفتوحہ علاقوں میں قطعاً کوئی اضافہ نہ کر سکے آخران میں سے مسعود غالب آیا۔ اسکی خوش قسمتی تھی کہ اسے خواجہ احمد محمدی جیسا قابل وزیر میر آیا تکن اسے زیادہ عرصہ تک حکمرانی نصیب نہ ہوئی کیونکہ لاہور میں اسی کے نائب اور اس کے معاون قاضی شیرازی میں بن نہ سکی۔ اس لیے مسعود کو خود مداخلت کرنا پڑی اور مسعود نے ہندوستان میں ہانسی کا قلعہ فتح کیا مگر اس کی عدم موجودگی میں سلجوقوں نے غزنی کا علاقہ تباہ و درباد کر دیا اور اس کے ترکی اور ہندوغلاموں نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اس کے ہمانی محمد کو تخت نشین کر دیا۔ اسکے بعد غزنی میں یکے بعد دیگرے متعدد کمزور اور بے اثر حکمران ہوئے جو اپنے اسلاف کے دررش کو محفوظ نہ کر سکے۔ نتیجہً شمالی ہند میں ہندو راجاؤں نے سر اٹھا شروع کر دیا تو دوسری طرف دسط ایشیاء سے نئے خاندان امیرے جن کی نگاہیں غزنی کی کمزور حکومت پر لگی ہوئی تھیں آخر شاہ بیرام کے دور میں غزنویوں اور غوریوں میں جنگ ہوئی جس کی وجہ سے پنجاب کی حکومت مزید ضرر ہو گئی۔ ہندو راجاؤں نے پہلے مل کر مسلمانوں سے ہانسی، تھانسی اور کاگزہ کے علاقے چھین لیے اور پھر لاہور پر چڑھائی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شری نے چھ ماہ تک ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر تک غزنی سے کوئی لکھ نہ پہنچی اور شریق ہو گیا۔ ہندوؤں نے موقع پا کر ہزاروں مسلمان شہید کر دیے پھر جب غزنی سے لشکر پہنچا تو راجہ انگ پال مارے خوف کے ہماگ نکلا۔

غزنویوں اور غوریوں کی باہمی چیلش کا نتیجہ یہ مر آمد ہوا کہ کمزور فریق کو طاقتوں کے سامنے ہٹھیا۔

ڈالنے پڑے، بہر ام کا بیان خسرو شاہ، علاء الدین غوری سے شکست کھا کر غزنی چھوڑ کر ہندوستان آگیا اور جب اس کے پیغمب خرد ملک کو سلطان محمود غوری نے 1186ء میں شکست دے کر لاہور پر قبضہ کیا تو غزنیوں کا سارا علاقہ غوریوں کے زیر ٹکنیں آگیا اور غزنی خاندان کا خاتمه ہو گیا۔

سلطان معزال الدین محمد غوری نے ایام شزادگی ہی میں ہندوستان میں حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا اور جب وہ اپنے بڑے بھائی سلطان غیاث الدین غوری کا نائب ہوا اور فتوحات کا دور شروع ہوا تو اس نے اپنے خواب کی تعبیر کے لیے جدوجہد شروع کر دی تھی۔ اور جب اسے آزادانہ حکومت کرنے کا موقع ملا تو اس نے غزنی کی فتح کے بعد اور اس نے ملحتہ علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اس طرح اس نے ملتان اور لاہور کے علاقے تحریر کیے۔ پھر آگے پیش قدمی کر کے اس نے ہندوستان کا قلعہ فتح کیا اور وہاں پر اپنا حاکم مقرر کر کے غزنی و اپس جا رہا تھا کہ اسے راستے میں خبر ملی کہ پرتوی راج والی دہلی واجبیر متعدد راجاؤں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ سلطان نے اپسی کاسفر اختیار کیا اور تراں کے فریب دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا جس میں مسلمانوں کو ہزیت کا سامنا کرنا پڑا سلطان پچھے لشکر کے ساتھ پہلے لاہور اور پھر غزنی پہنچا۔ اپنی شکست کے اسباب پر غور کیا شکست کے ذمہ دار افراد کی گوشائی کی اور جنگ کی دوبارہ تیاریاں شروع کر دیں اور دوبارہ کیل کا نئے سے لیں ہو کر ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ اپنی شکست کا بدله لینے کے عزم سے نکلا۔

دوبارہ پھر تراں کے مقام پر حرب و ضرب کا میدان گرم ہوا اس دفعہ پر تویی راج کو گوشائی ہندوستان کے ہندوراجوؤں اور مہاراجوں کی فوجی تائید حاصل تھی میدان کا رزار گرم ہوا مسلمان چونکہ نئے لوگے اور تازہ خون کے ساتھ آئے تھے اس لیے اس دفعہ انہیں فتح نصیب ہوئی۔

اس فتح نے گوشائی ہند کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے اور دہلی اور اجیر کی حکومت سلطان غوری کے ہاتھ میں آگئی اس فتح کے بعد سلطان غزنی اپس چلا گیا اور ہندوستان میں قطب الدین ایک کو اپنا نائب مقرر کیا جس نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور مفتوحہ علاقوں میں نظم و نقق قائم کیا۔ دو سال کے بعد سلطان پھر آیا اور قوچ کے راجہ بے چندر کو شکست دی اس دوران میں قطب الدین ایک نے گجرات، گوالیار، میانہ اور خیار خیجی نے بھاگ لے لیج کر کے اسلامی قلمروں میں شامل کیے۔ 1206ء میں کھوکھروں نے بغاوت کی سلطان نے خود آکر انہیں شکست دی۔ یہ بغاوت فروکر کے سلطان اپنے غزنی جا رہا تھا کہ راستے میں دریائے جلم کے کنارے ایک اسما علی فدائی نے اسے شہید کر دیا۔

تاریخ ہند میں یہ دور (710-1206) محض عبوری دور نہیں بلکہ اس کی مستقل اہمیت ہے۔ نہ تو فتح ہند صرف ایک حادثہ تھی اور نہ ہی غزنویوں اور غوریوں کا زمانہ اقتدار محض عارضی فوجیت کا حامل تھا۔ فتح ہند نے شمالی ہند کی فتح کے دور ازے کھول دیے۔ اندر وون سندھ تین اسلامی آبادیاں وجود میں آئیں جس کے نتیجہ میں ایک نئی زبان، نیا اسلوب اور نئی تہذیب و تحریک نے جنم لیا جو بر صغیر میں اسلامی حکومت کے قیام کا مستقل سبب تھی۔ شمالی ہند کی فتوحات کے زمانے میں فاتحین کے ساتھ متعدد علماء اور اہل قلم ساتھ آئے جنہوں نے مقامی طور پر بہت سے لوگوں کو داررہ اسلام میں داخل کیا اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں مدد چڑھ کر حصہ لیا جو مستقبل میں مسلم تہذیب و تدن اور ادب و روایات کا ذریعہ بنے۔ شیخ صفی الدین گارزونی، شاہ یوسف گردیزی، شیخ اسلیل لاہوری، علی بھویری، امام حسن صفائی جیسی مقدار خصیتیں اسی دور میں ہندوستان میں آئیں جو اپنی ذات میں صرف خصیتیں ہی نہیں بلکہ مستقل ادارے تھے جن کے فیض سے بر صغیر میں کشت اسلام کو آبیاری کی اور لوگوں کے لیے وجد رشد و ہدایت ثابت ہوئے۔

خود آزمائی

- ۱۔ یمن پول کے قول کے مطابق عربوں کی فتح سندھ محض ایک حادثہ تھی کیا آپ اس سے متفق ہیں؟
دلائل و سبجتے۔
- ۲۔ محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کی عایت کیا تھی؟ کیا ان کی وجہ سے آئندہ حملہ آوروں کو فائدہ ہوا؟
- ۳۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ شمالی ہند میں اسلامی حکومت کا اصل بانی سلطان محمود غوری تھا؟ مدل جواب و سبجتے۔
- ۴۔ غزنوی دور میں ہندوستان میں آنے والے علماء و صوفیاء کی علمی اور مذہبی خدمات پر روشنی ڈالیے۔

یونٹ نمبر 5

یونٹ کا تعارف

گذشتہ یونٹ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح ایک معمولی واقعہ تاریخ میں بعض اہم اور غیر معمولی واقعات کا تسلسل ثابت ہوتا ہے۔ فتح سندھ اور شمالی ہند کی فتوحات اس حقیقت کا سب سے بڑا مظہر ہیں۔ اس سے پہلے بر صغیر کی یہ روایت رہی تھی کہ باہر سے آنے والے جملہ آور یا تلوٹ ہار کر کے یہاں سے واپس چلے گئے یا پھر ان میں سے کچھ عناصر اگر باقی رہ گئے تو وہ یہاں کی تہذیب و روایات میں ضم ہو کر انہی کا ایک حصہ عن کر رہے گئے کہ ان کا اپنا اصل وجود باقی نہ رہا۔

اس یونٹ میں آپ دیکھیں گے کہ مسلم حملوں سے یہ روایت پہلی بار ٹوٹی۔ نہ صرف یہ کہ مسلمان یہاں پر مستقل رہائش پذیر ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنا جو دباقی رکھا بلکہ وہ ممتاز طور پر یہاں کے حکمران بھی متین ہوئے۔

سلطان (محمد، غنوی) کے انتقال کے بعد، اس کے ترک افراد نے قطب الدین ایک کو ہندوستان کا بادشاہ مقرر کیا۔ وہ سرحد سے ڈالنام تھا، اس لئے ہندوستان میں خاندان غلامی کا بانی کہلوایا۔ اس خاندان نے تقریباً ایک سو سال تک نہایت کروفر سے حکومت کی۔ اس کا آخری بااثر باختیار اور صاحب اقتدار سلطان غیاث الدین بنی تھا، جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کو طوالت خیشی۔ مگر اس کے جانشین ہیں، نااہل اور لہو و لعب میں بیتلار ہنے والے تھے اسے لئے وہ اپنے خاندان کی بھی خفاظت نہ کر سکے اس لئے اس دور کے بااثر ترک امراء نے اس خاندان کے آخری بادشاہ کو ختم کر کے۔ خلجمی امراء کے اشارے سے ملک جلال الدین فروز خلجمی کو سلطنت سونٹ دیا۔

خاندان خلجمی نے 1312ء تک حکومت کی۔ اس کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ شہرت علاء الدین خلجمی نے پائی۔ اس نے اپنے دور میں ملک کو استحکام فضا اور ایسا معاشری نظام دیا جو کسی بھی رفاقتی حکومت کو زیب دیتا ہے۔ تاہم اس کی مطلق العناکی وجہ سے اسے زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اسلئے یونہی وہ مرض ضعف میں

بیتلاء ہوا اور نہ تو خود کو محفوظ رکھ سکا اور نہ حکومت کو چاہا۔ اس کے جانشین بالکل نااہل ثابت ہوئے۔ انہیں
بالکل عیش و نشاط کیے سو اور کوئی کام نہ تھا۔

ان حالات میں اس خاندان کے آخری حکمران قطب الدین کو اس کے نو مسلم غلام، خسرو خان کے
تحت شاہی کی ہوس میں ختم کر دیا بمحض بعد میں محل سرا میں داخل ہو کر اس خاندان کے چچے کو موت کے
گھاٹ اتار دیا۔ جس نے خود ناصر الدین خسرو خان کا لقب اختیار کر کے تاج شاہی سر پر رکھ لیا۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:-

- 1 خاندان غلامی کے دور اقتدار آنے کے حالات کا جائزہ لے سکیں۔ نیز اس خاندان نے اسلامی
حکومت کے قیام میں جو مساعی کیں، انکا اندازہ کر سکیں۔
- 2 خلیجی خاندان، بالخصوص علاء الدین خلیجی کی اصلاحات اور ویگر حالات کا جائزہ لے سکیں۔
- 3 اس دور میں مسلمانوں نے معاشرتی اور علمی میدان میں جو کاربائے نمایاں انجام دیے انکا جائزہ لے سکیں۔

لازیمی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

1) محمد قاسم فرشتہ، تاریخ اردو ترجمہ صفحہ 230ء 230ء

دور توسعہ و استحکام

2) شیخ محمد اکرم۔ آب کوثر صفحہ 180ء

(الف) خاندان غلامی۔ ظہور، عروج اور زوال

3) Vincent A. Smith Th. the Oxford
Histroy India, p.h.237-247

(ب) خاندان خلیجی..... دور اقتدار

4) Ishwari Prasaed, Ashort, Histry of
Muslim Rule in India A.A. 84-124

(ج) علاء الدین خلیجی کا معاشری اور اصلاحی نظام

5) W.W Hunter, Histry of India
p. 115-124

(د) زوال و اختیام

6) E. B. Hawll, A Short Histroy of
India, p. 130-138

(ر) دور توسعہ میں اشاعت اسلام و علوم اسلامی

اہم نکات

1206ء قطب الدین ایک کی تخت نشینی کے بعد اور ہندوستان میں پہلی بار اسلامی حکومت کا قیام عمل تھا آئا اور خانہ ان غلام کے نام سے ایک موروٹی سلطنت کا آغاز ہوا۔ وہ صرف چار سال حکومت کر کے 1210ء میں فوت ہوئی۔ اس کے بعد اس کا پہلا آرام شاہ تخت کا دعویٰ ہوا۔ لیکن امراء نے اس کی جائے خس لیں انتخیش و بیدار سلطان منتخب کیا۔ وہ نہایت بیدار مغرب اور خدا ترس حکمران تھا۔ انہی دو صفات کی وجہ سے وہ پہلی ریاست میں موقول ہوا۔ اور اس نے لکھ کو فتح مگول سے محفوظ کیا اور سلطنت دہلی کو استحکام حٹانا اس نے خلافت بغداد سے اپنے لئے سند سلطنت حاصل کی۔ جب وہ 1236ء میں فوت ہوا تو قریباً ساری اشتمالی ہندوستان اس کی تحریر میں داخل تھا۔

1236ء میں انتخیش کی دو تاریخیں بے بعد دس سال تک ملک میں بد انتظامی رہی۔ یکے بعد دیگرے کی بادشاہ ہوئے گور رہب تھے اور باللہ۔ ان میں سے ایک انتخیش کی بیٹی سلطانہ رضیہ تھی۔ ہر چند کہ وہ ایک اہل خاتون تھی مگر اس کا طلاق آواں سے اطلاع ہونا اس کے حق میں مفیہ ثابت نہ ہوا اس کے خلاف ساز شیں ہوئی جن کی وجہ سے اسے رد تھہ، بیکھنا نصیب ہوا۔

ان حالات میں امراء نے 1245ء میں ناصر الدین محمد کو تخت نشین کیا وہ ایک درویش صفت بادشاہ تھا۔ شیخ شیخی خیزانے کو با تحفہ تکمیل نہ گاتھا اور قرآن شریف لکھ کر رزق ملال کرتا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں انتظام اور اپنے لا ایق و ذیر (اور سر) غیاث الدین بلین کو سونپ رکھا تھا۔ چنانچہ جب بادشاہ کا انتقال تو بلین اخیر کرد مراحتت کے بادشاہ من گیا۔

اسلامی ہندوستان کے بادشاہوں میں بلین ایک خاص رنگ اور شان کا حکمران تھا۔ جب وہ تخت، نشیروں ہوا تو انتخیش کے چالیس غلام مصاحب تھے جو سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ وہ چھل گانہ کمالاتے تھے۔ بادشاہ کے عزل و نصب اور انتخاب کا تعین انہی کے ہاتھ میں تھا۔ خود بلین ان میں سے ایک تھا۔ اس نے سب سے پہلے ان کے اقتدار کو ختم کیا اور جس امیر سے کوئی خطرہ محسوس کیا، اسے جاہ و منصب سے محروم کر کے اپنے اقتدار کا راستہ صاف رکھا۔

بلین کا پسلایہ اکام ملک کا اندرونی نظام و نقش اور سلطنت کا استحکام تھا۔ ابتدائی اسلامی حکومت میں یہ

کھر انوں کو بڑی مشکلات کا سامنے تھا۔ کھلے میدان میں تو ان کے سامنے کوئی نہ ٹھہرتا۔ لیکن راجپوت، جاث، میواتی، کھوکھر جب ذرا موقع پاتے تو لوٹ مار سے دریغ نہ کرتے۔ بلن نے سب پلے اس طرف توجہ دی اور ایسے تمام عناصر کی سر کوئی کی۔ تنگ راستوں کو کھلا کر کے سڑ کیں، واکیں تاکہ ناپسندیدہ عناصر پھر سے سر زد اٹھا سکیں۔ جاچاپو لیس چو کیاں قائم کر کے اندر ورن ملک امن قائم کیا۔ پھر سرحدوں کو منگلوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قلعہ تعمیر کئے اور فوج کو از سر نو صحیح خطوط پر ترتیب دیا۔ پھر اس نے عدل و انصاف کی ترویج کے لئے مخصوص انتظامات کے۔ سلطان غیاث الدین بلن میں جس قدر بھی صلاحیتیں تھیں اس کے جانشیوں میں کسی میں ابھا عشر عشر بھی نہ تھا۔ اس نے اس کے بعد خاندان غلامی کی حکومت میں ضعف آگیا۔ اس کا آخری تاجدار کیقباد نہایت نکلا اور عیاش تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ اس پر مرض فانچ کا حملہ ہوا۔ جس نے اسے بالکل مخدور کر دیا۔ اس پر چند ترکوں نے جن کے عزیز کیقباد کے باتحوال مارے گئے تھے۔ خلنجی امراء کے اشارے سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور ان میں بالآخر امیر ملک جلال الدین فیروز خلنجی تخت نشین ہو اور غلامی کا خاتمه ہو گیا۔

جب جلال الدین بادشاہ ہوا، اس وقت وہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا شخص تھا۔ اس نے زندگی بھر میدان جنگ میں گشت و خون دیکھا تھا۔ اب وہ مزید قتل و خون برداشت نہ کر سکتا تھا۔ لوگ اس کے خلاف ساز شیش اور بغاوتمیں کرنے لگے۔ مگر وہ اپنی نرم ولی کی سبب ایسے مجرموں کو بھی معاف کر دیتا۔ جس کی وجہ سے سیاسی توازن بجھنے لگا۔ اس کے امراء ایسا نہ چاہتے تھے اس لئے وہ اس کی معزوولی کے درپے ہو گئے۔ ان کی نظر انتساب جلال الدین کے بھتے اور داماد علاؤ الدین پر بڑی جو خود بھی ایک نہم جو اور حکومت کا متنی تھا۔

بادشاہ کے خلاف غیاث الدین بلن کے بھتے ملک چھوٹے بخاوات کی۔ مگر جب اس کو شکست دے کر گرفتار کیا گیا تو جلال الدین نے اسے معاف کر دیا اور ملتان کی جا گیر عطا کردی اور اس قسم کے کمی و افات رونما ہوئے۔ مگر ایسے لوگ نہایت ناشکر گزار ثابت ہوئے۔ انہوں نے علاؤ الدین خلنجی کو ور غلاماً شروع کیا اور بادشاہ کے خلاف بغاوتی پر اکسالیا۔ اور اسے اپنی مدد کی یقین وہانی کرائی۔ وہ خود بھی عزم اور ترقی کا دل دادہ تھا۔ اس نے اس مقصد کے لئے سات سو سواروں کا ایک دستہ فراہم کیا۔ اور اسے لیکر وسطی ہند کے دشوار گزار جنگلوں اور بہادر ہیاں چل کی پہاڑی کو عبور کیا۔ وکن میں دیوگری ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جس میں بے شمار فواورات تھے۔ علاؤ الدین اور اس کے من پلے ساتھیوں نے نہایت آسانی سے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بے حساب مال و دولت لے کر کڑھ پہنچا اور مکروہ فریب سے اپنے پیچا کو دعوت دی۔ جو اس نے قبول کر لی، مگر اس کا انعام اچھانہ ہوا علاؤ الدین کے ایمان سے قتل ہوا۔

سلطان علاء الدین کے تیس سالہ دور حکومت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلا دور ابتدائی فتوحات کا زمانہ ہے جب اس نے منگولوں کو نکست دی۔ اور گجرات چڑھئے، اور نجیوں کو فتح کیا۔ دوسرا دور میں اس کی اپنی توجہ اندر و فی اصلاحات پر مبذول رہی۔ لیکن 1305ء میں اس نے عین الملک کو و سطی ہند کی طرف بھیجا۔ جماں اس نے اجمن چنوری اور ماڈور کے قلعوں کو فتح کر کے مالوہ اور و سطی ہند کی خود مختار ریاستوں کا حکومت دہلی کا حکوم بنا�ا۔ اگلے سال ملک کافور نے دیو گڑھ کے راجہ رام دیو کو جس نے تین سال خراج نہیں دیا۔ پھر سے نکست دی۔ راجہ نے دہلی آکر خود اطاعت قبول کی۔

تیسرا دور میں خلنجی سلطان نے شمال ہند کے معاملات کو سمجھا کہ تغیرہ کن کی تحریکی۔ اور اس کے پسہ سالار ملک کافور نے تہکانہ، اور جنوبی ہند کی ریاستوں کو فتح کر کے ہندوراجاؤں کو سلطنت دہلی کا باجگہ ارمایا۔ اس سے پہلے کوئی بھی مسلمان حکمران جنوبی ہند اور دکن میں اس قدر دور دراز علاقوں تک نہیں پہنچا تھا۔

ان فتوحات اور کارناموں نے سلطان کا دماغ واقعی ساتوں آسمان پر پہنچا دیا اور اب وہ کوئی بھی تنقیدیا مخالفت مرواشت نہیں کرتا تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کی مجلس اس کے خبر خواہ مشیروں سے خالی ہو گی اور تھنا رہ گیا۔ البتہ اس کا اعتقاد ملک کافور پر بہت بلاہ گیا۔ جس سے اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر بادشاہ کے عزیزوں کو اس کے خلاف کر دیا۔ اس دوران میں ہمار بادشاہ نے 1316ء وفات پائی۔ اور یوں خلنجی خاندان خالی ہو گیا۔ ملک کافور حالات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر علاء الدین کے خورد سالہ پچھے کو تخت پر بٹھا کر تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے آئے۔ اس کے باقی عزیزوں کو یا تو قتل کروایا یا انہا کر دیا۔ اور حکمرانی کے مزے لوٹنے لگا، مگر اس کا یہ ظالمانہ دور صرف 35 روز تک قائم رہ سکا۔

اس افرا تفری کے عالم میں خلنجی خاندان کا صرف ایک شزادہ مبارک خان پہنچا جسے حکومت کرنے کا موقعہ میر آیا۔ اور اس نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے نام سے اچھا آغاز کیا مگر جلد ہی شراب خوری میں غرق ہو کر نہ صرف اپنی حکومت کھودی بلکہ اپنے خاندان نام بھی ڈبو دیا۔ اس کو غرق کرنے والا نقیذ ذات نو مسلم غلام خرد خان تھا جس نے پہلے دربار اور محل میں اپنی قوم کے آدمی ہھرتی کئے اور مختلف مسلمانوں کو ختم کیا اور پھر ہوس سلطنت و حکومت میں نہ صرف مبارک شاہ کا نام تمہ کر دیا بلکہ محل میں داخل ہو کر خلنجی خاندان کے پچھے کا صفائی کر دیا۔ یہ واقعہ 4 اپریل 1320ء کا ہے۔

یہ دور (1320ء-1216ء) صرف 114 سالوں بر جمیط ہے جو زیادہ طویل بھی نہیں اور نہ بھی ایک

خاندان کی حکومت پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی وقفہ مختلف خاندان بر سر اقتدار آتے رہے۔ لیکن اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ اس قدر نشیب و فراز اور تبدیلیوں کے باوجود حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی رہی اور یہی حقیقت ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام، استحکام اور وسعت و ترقی کا سبب ہی رہی۔

اس تفاظر میں جب ہم اسلامی ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں خاص طور پر ایک چیز نہایاں طور پر نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ اس خطہ میں اسلامی علوم کی نہ صرف سرپرستی ہوئی بلکہ علم و ادب کے ہر شعبہ میں بے مثال ترقی ہوئی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم فاتحین کے ساتھ ہر دور میں خاصی تعداد میں علماء اور فقہاء آتے رہے، جو بعد میں یہیں بس گئے انہوں نے اپنی اسلامی علوم کے تمام شعبوں کی ترویج و اشاعت کے لئے بہت کام کیا۔ جس کے نتیجے میں مقامی لوگوں میں حصول علم کا شوق پیدا ہوا اور یہی شوق ان میں نہ ہی اور اخلاقی تبدیلی کا سبب ہوا۔ قطب الدین ایک کے بعد جب شمالی ہند میں اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط ہو گئیں تو نہ صرف علماء و علوم کی سرپرستی ہوئی، نہ صرف پرانے مدارس کو فروع ہوا بلکہ حکومت کی سرپرستی میں نئے اسلامی مکاتب مدارس جگہ قائم کئے گئے۔ باہر سے علماء کو بلا کر انکی عزت افرادی کی گئی، کتابیں بھی درآمد کی گئیں۔ التشریع کے عمد میں علمی کاموں کا خاصائندگ کرہ ملتا ہے۔

لیکن اہم اعہمی سے ہندوستان میں فارسی ادب کی ایک ایسی شاخ نشوونما پانے لگی جسکی آمیاری سلاطین کی سرپرستی سے نہیں بلکہ اہل اللہ کی مسیحی نفسی سے ہوئی۔ یہ صوفیا کرام کا گردہ تھا جس نے نہ صرف اشاعت اسلام کا کام اپنے ذمہ لیا تھا بلکہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی لوگوں کی تربیت کی۔ ان میں صوفیائے چشت اور بعض سرودی سلسلہ کے اکابرین کے نام آتے ہیں۔ ان اہل قلم صوفیا اور علماء نے نہرو نظم دونوں اصناف کو ترقی دی۔ اس دور میں اسلامی علوم میں سب سے زیادہ کام علم فقة پر ہوا۔ سلطان انوش کے زمانے میں ان کی عزت افرادی اور تدریانی اس حد تک ہوئی کہ دار الحکومت میں یہی وقت متعدد فقہاء جمع ہو گئے تھے۔ جن کا فیض آئندہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ خلیجی عمد میں بھی علم کے شعبہ میں نہیں بلکہ یہی نام ملتے ہیں جنہوں نے اسلامی علوم کی آمیاری میں دل کھول کر حصہ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بصیرت میں اسلام اور علوم اسلامی کا جو چرچا ہے۔ ایسے ہی علماء اور صوفیاء کے ودمقدم سے ہے جنہوں نے درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور ہر طرح سے آنے والے لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

خود آزمائی

- ۱ شما کی ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں خاندان غلامی کی خدمات کا جائزہ لیں۔
- ۲ عیاث الدین بلدن کی سیرت اور کارنا مول پر حصہ کیجئے۔
- ۳ علاؤ الدین خلیجی کی انتظامی اور معاشری اصلاحات کا جائزہ لیجئے۔

یونٹ نمبر 6

یونٹ کا تعارف

گذشتہ یونٹ کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہے کہ ہندوستان سے اسلام رخصت ہونے والا ہے۔ بلاشبہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ ایک ایسا ناچار وقت تھا جو سلطنت دہلی کے آغاز سے اب تک پیش نہ آیا تھا۔ ان حالات میں اللہ کا ایک بده غازی ملک فخر الدین اٹھا جو بعد میں غیاث الدین تغلق کے نام سے تغلق خاندان کا بانی ہوا۔ اس خاندان نے تقریباً پون صدی حکومت کی مگر سلطنت دہلی کے زوال کو نہ روک سکا۔ رہاسا اقتدار تیمور کے حملے نے مٹا دیا جو افغانستان کے راستے ہندوستان آیا۔ وہ جہاں کہیں سے گذرالوگوں پر قبر اللہی بن کر گرا۔ اس کے جانے کے بعد محمود تغلق نے دوبارہ تخت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس کا انتقال 1413ء میں ہوا۔ اس کے بعد خاندان سادات کا پہلا بادشاہ تخت نشین ہوا۔ یہ خاندان تقریباً چالیس برس تک بر سر اقتدار رہا۔ مگر ان کے زمانے میں دہلی کی بادشاہت ایک عام صوبیدار کی حکومت سے زیادہ وسیع نہ تھی۔ حکمران نااللہ تھے۔ اسلئے لاہور کے حاکم صوبیدار بھول لو دھی نے 1415ء میں دہلی کے تخت پر قبضہ کر کے لو دھی خاندان کی بیانڈا لی۔ یہ خاندان ہندوستان کے مددوں علاقے پر 1526ء تک حکمران رہا۔ مغل بادشاہ ظہیر الدین بادنے اس کے آخری حکمران ابراہیم کو پانی پت کے میدان میں گلست فاش دے کر ہندوستان میں ایک نئے خاندان کی بیانڈر کھی۔

یونٹ کے مقاصد

- اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :
- 1 ان حالات و اقفات کا جائزہ لے سکیں جو کسی ایک خاندان کے زوال اور دوسرے کے عروج کا سبب ہن سکے۔
 - 2 خان تغلق کے حالات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
 - 3 ان حقائق کا دراکر کر سکیں کہ خاندان تغلق تقریباً ایک صدی تک حکومت کرنے کے باوجود دہلی سلطنت کے زوال کو کیوں نہ روک سکا۔

لازیمی کتب برائے مطالعہ

عموان برائے مطالعہ

- 1۔ محمد قاسم فرشته، تاریخ فرشته (اردو ترجمہ) جلد اول صفحہ 418
- 2۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، صفحہ 393

سلطنت دہلی کا زوال

- 3) Vincent A Smith ,the Oxford Histroy of India p.p 253-265
 - 4) Ishwari Prasad, a short Histroy of Muslim Rule in India, p. 131- 275
 - 5) W.W Hunter History of India, p. 122- 130
- (الف) تغلق خاندان کا عروج و زوال
- (ب) سادات خاندان کا ظہور اور اس کا خاتمه
- (ج) لوڈھی خاندان کا ظہور، اقتدار اور خاتمه

اہم نکات

خروں نے خلیجی خاندان کے آخری حکمران کو قتل کر کے صرف سلطنت دہلي پر قبضہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے جیسا ہی حرام کر دیا۔ مساجد اور دیگر شعائر اللہ کی اس قدر بے حرمتی کی جاتی کہ قرآن کریم کے نسخوں کو اوپر تلے رکھ کر موڈھوں کی طرح استعمال کیا جا رہا تھا۔ گویا از سر فوہنڈو تندیب، مذہب، روایات اور طرز حکومت کو زندہ کیا جا رہا تھا۔ اسلامی ہند کو اس وقت ایک سرپرست کی سخت ضرورت تھی۔ یہ اہم فریضہ غازی ملک فخر الدین جو نا، نے سرانجام دیا جو خلیجی آقاوں کا وفادار خادم اور متدين مسلمان تھا۔ اس نے خروں کی فوج کو چنانیز کے قریب شکست دے کر دہلي کا رخ کیا اور اس لڑائی میں بھی مکمل فتح حاصل کر کے دہلي سلطنت کو خال کیا۔ پہلے خلیجی خاندان کے افراد کو تلاش کیا اور جب کوئی نہ ملا تو اعیان سلطنت کی مرخصی سے منصب شاہی کو قبول کیا۔ اس لحاظ سے غازی ملک جو بعد میں سلطان غیاث الدین تغلق کے نام سے فرما رہا بنا۔ اسلامی ہند کی سب سے ماہی ناز ہستیوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ مگر انہوں ایسی شخصیت کو صرف پانچ مرس حکومت کرنے کا موقع ملا۔

ایک بات جو اس نیک طبع حکمران کو دوسرا شہان تغلق سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کی زندگی کے آخری لمحے تک جو وسعت اور مرکزی استحکام، حکومت دہلي کو سلطان علاء الدین خلیجی نے عطا کیا تھا وہ پوری طرح حد قرار رہا۔ اور سلطان دہلي کا مغرب میں سندھ، مشرق میں بکالہ اور جنوب میں مقبرہ تک سکھ رہا تھا۔ اور دہلي کے سب سے بااثر صوفی حضرت سلطان المشائخ بھی ابھی زندہ تھے۔ ظاہر ہے کہ معنوی حیثیت سے اس زمانے کو غیاث الدین تغلق کے جانشینوں کے زمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

غیاث الدین تغلق کی وفات پر اس کا بیٹا محمد بن تغلق حکمران ہوا۔ یہ بادشاہ مکور خیں کے لئے ایک معہد ہے۔ بعض اس کو ا حق سمجھتے ہیں اور بعض نہایت تغلقند جبکہ بعض کے نزدیک وہ ان دونوں کا امترانج تھا۔ وہ اپنے نہ ہب کی پوری پیرودی کرتا، اس کی خانگی زندگی بے عیب تھی۔ وہ حصہ ہر گز نہ تھا۔ تغلق نظر علماء و فقہاء کی رائے کو زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ صوفیا کے ساتھ وہ اس لئے مخالفانہ روایہ رکھتا تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ وہ مرکز میں مجمع ہونے کی جائے پورے ملک میں پھیل جائیں اور اسلام کی تبلیغ کریں۔

اس کی قابلیت اور جدت طبعی سب کے نزدیک مسلم ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے اسلامی ہند کو

نقضان زیادہ اور فائدہ لم ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو بات اس کے دل میں پہنچ جاتی اسے پورا کرنے کے لئے وہ انتہائی شدت سے کام لیتا جاتی کہ کبھی ظلم اور کبھی احتمالہ افعال پر اتر آتا۔ اس نے دہلی کی چائے دولت آباد کو در الخلافہ مانا چاہا کیونکہ وہ زیادہ مرکزی مقام تھا۔ مگر اس ارادے کی تحریک کے لئے اہل دہلی پر اس نے بڑے مظالم ڈھانے۔ اسی قسم کے اس نے اور کئی احکام جاری کئے جن کی وجہ سے نہ صرف عوام کو تکلیف پہنچ بخہ ملک میں عام بد نعمتی پھیل گئی۔ اور کئی صوبے دہلی سے آزاد ہو گئے۔ مقبر، دھور، سمندر اور تنگانہ کا کچھ حصہ تو اسلامی حکومت سے اس طرح آزاد ہوا کہ پھر اسے فتح کرنا مسلمانوں کو نصیب نہ ہوا۔ وہی مگر کی وسیع سلطنت کی بیاناد بھی محمد بن تغلق کے آخری ایام میں رکھی گئی۔ اور اس سلطنت نے کئی سوالات تک ایک فصل کا کام دیا۔ کہنی سلطنت اور بھاگل کی خود مختار حکومت کا آغاز بھی اسی زمانے میں ہوا۔ اور سلطنت دہلی کا دائرہ اثر و نفوذ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے کی نسبت مختصر ہو گیا۔

محمد بن تغلق کی وفات 1351ء میں ہوئی، جس کے بعد امراء علماء نے غیاث الدین تغلق کے بھتیجے فیروز تغلق کو بادشاہ منتخب کیا۔ اس کا زمانہ ہندوستان میں امن و امان کی ارزشی اور رعایا پروری کے لئے یاد گاری ہے۔ سب سے پہلا کام اس نے پہ کیا کہ ان قیدیوں کو رہا کیا جن کو محمد بن تغلق سے جیل خانوں میں ڈالا تھا۔ جن کو قتل کروایا تھا اسکے پس ماندگان کو خون بھاوس کیا۔ جوار ارضی ضبط کی گئی تھی، اسے ان کے اصل در ثانے کو واپس کر دیا۔ فیروز شاہ تغلق نے رعایا کی فلاں و بہبود کے لئے بہت محنت کی۔ کئی نہریں کھو دیکیں، پل تعمیر کئے، سرانے ہوا کمیں اور شفا خانے کھولے جہاں غریب و فادر لوگوں کا علاج مفت ہوتا تھا۔ اس نے کئی ایک نئے شریاباں کئے۔ جن میں جو نپور، فتح آباد، اور فیروز آباد زیادہ شہرت کے حامل ہیں۔

ان اصلاحات اور فاہعامہ کے کاموں کا صرف اسی قدر فائدہ ہوا کہ اس کے دور حکومت میں سلطنت کو مزید روزگار نہ آیا۔ لیکن 1383ء میں اس کی وفات کے بعد تخت کے دعویداروں میں خان جنگلی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں محمود سلطنت دہلی کا اقتدار بہت کم ہو گیا۔ 1398ء میں جب امیر تیمور ہندوستان آیا تو اس وقت دہلی میں تغلق بادشاہ تھا۔ وہ دہلی چھوڑ کر گجرات فرار ہو گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں تیمور نے شر کو لوٹا اور شریوں کو قتل کیا۔ پھر جاہی چاتا ہوا میر نہ اور جوں کے راستے قسطنطینیہ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد محمود تغلق دوبارہ دہلی واپس آیا مگر وہ نہیں مردہ سلطنت کی کیا چارہ گری کرتا۔ اس کا انتقال 1413ء میں ہوا اور ساتھ ہی تغلق خاندان کے اقتدار کا چراغ بھی ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔

اور سادا ت خاندان کا پسلاباد شاہ خضر خان تخت نشین ہوا۔ اسی خاندان کا چالیس سالہ دور ہندوستان کی تاریخ میں کسی قسم کی بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ ان کی حکومت صرف دہلی اور اس کے گرد نواحی تک محدود رہی۔ وہ رعایا کی کیا خدمت کرتے وہ تو اپنا تحفظ بھی نہیں کر سکتے تھے چنانچہ ان حالات میں لاہور کے صوبیدار بھلوں لودھی نے 1451ء میں آسانی سے اس خاندان کا خاتمه کر کے دہلی کو اپنے زیر ٹکنیں لے آیا۔

بھلوں لودھی ایک قابل حکمران ثابت ہوا۔ اس نے دہلی کے تخت و تاج کا اقتدار بڑھایا گرد و نواحی کے علاقوں کو فتح کیا۔ 1478ء میں جونپور کو فتح کر کے سلطنت کو مزید وسعت دی۔

اس کی وفات 1489ء میں ہوئی۔ سکندر لودھی یہ ایک سمجھدار اور بیدار مغزی باڈشاہ تھا۔ اس نے آگرہ شر کی بیاندرا کھی اور اسے اپنا درالخلافہ بنایا۔ اس کا زیادہ وقت افغان امراء اور ائمہ، چند پری اور گوالیار کے ہندو، راجاؤں سے لڑائی میں گزرنا، لیکن پھر بھی اس کے اپنی سیاست کو قائم رکھا۔

سکندر لودھی کے انتقال کے بعد 1517ء میں ابراہیم لودھی اس کا جانشین ہوا۔ اس نے حتی الامکان کوشش کر کے اپنے مقبوضہ علاقوں کو سنبھالے رکھا مگر اس اثناء میں کابل سے مثل حکمران ظییر الدین بادر نے دولت خان لودھی کے ایما اور تائید پر دہلی کا رخ کیا۔ 1526ء میں مغلوں اور لودھیوں کے درمیان پانی پت کے میدان پر مقابلہ ہوا۔ ابراہیم خان لودھی اگرچہ اسلحہ اور افرادی قوت میں برتری رکھتا تھا۔ مگر وہ نئے مثل خون کا مقابلہ نہ کر سکا اور میدان جنگ میں کھیت رہا۔

اس طرح ہندوستان میں لودھی خاندان کا خاتمه ہوا اور مغلوں کی حکمرانی کا دور شروع ہوا۔

خود آزمائی

- 1۔ حیثیت ایک فرمازدہ اسلطان غیاث الدین تغلق کی سیرت اور کارناموں پر روشنی ڈالیے۔
- 2۔ سلطان محمد بن تغلق ایک معمد تھا، احتمل تھا یا نہایت عقل مند حکمران تھا۔ سورخین کے ان خیالات میں سے آپ کس سے اتفاق کرتے ہیں اور کیوں؟
- 3۔ سلطان لودھی کے کوائف و حالات قلمبند بجھئے۔

بیونٹ کا تعارف

گزشتہ تین بیونٹوں میں آپ نے سلطنتِ دہلی کی داستان عروج و زوال کا مطالعہ کیا۔ اس بیونٹ میں آپ کا تعارف ایک بالکل نئے خاندان سے ہو گا۔ یعنی مغلیہ خاندان جس کا بانی ہندوستان میں ظہیر الدین بادر ہوا۔ اس نے ایک چھوٹی سی ریاست (فرغانہ) کے معمولی حکمران سے ترقی کر کے ہندوستان میں ایک نئی اور عظیم الشان بادشاہت کی داغ بیل ڈالی۔ اس مقصد کے لیے اس نے 1517 سے 1519 تک دو سال کی جدوجہد سے اپنے لیے ہندوستان کے میدانی علاقوں کی راہ ہموار کی۔ اس کا پہلا زبردست معرکہ 1526 میں پانی پت کے میدان میں امر ایم لوڈ ہی کے ساتھ ہوا جس میں اس نے زبردست کامیابی حاصل کر کے دہلی سلطنت پر قبضہ کیا اور اپنی خاندانی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

1530ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بنا ہمایوں تخت نشین ہوا وہ ایک نیک دل انسان تھا اس نے ہمایوں کے ساتھ صن سلوک کیا انہوں نے دشمنی کی، مغل سلطنت ابھی تک مشکم نہیں ہوئی تھی اسی دوران میں سوری خاندان کا چشم و چراغ شیر شاہ اس کا دشمن عن کر نمودار ہوا جس نے ہمایوں کی زندگی اجیرن کر دی اور اسے ترک دھن کر کے ایران میں غریب الوطئی کی زندگی لبر کرنا پڑی۔

1540ء سے لیکر 1545 تک شیر شاہ سوری نے ہندوستان میں آزادانہ حکومت کی اس دوران میں اس نے رفاه عامہ کے اتنے کام کیے اور اتنی فتوحات حاصل کیں کہ لوگ اس کے گروپہ ہو گئے مگر اس کے جانشین نہایت کم کوش، شجاع اور نااہل ثابت ہوئے اس لیے وہ حکومت پر گرفت نہ حاصل کر سکے۔

اس دوران میں ہمایوں شاہ طھما سپ والی ایران سے مدد حاصل کر کے دھن واپس لوٹا اور اس نے اپنا کھویا ہوا اقتدار واپس حاصل کیا اور اپنے بیٹے اکبر کے راستے سے تمام رکاوٹیں دور کر کے 1556 میں انتقال کر لیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اکبر اس کا جانشین ہوا جس نے نصف صدی تک مد صغیر پر نہایت کروفر کے ساتھ حکومت کر کے اپنی کھوئی ہوئی دراثت حاصل کی اور پھر اتنی فتوحات حاصل کیں کہ چھوٹی سی مغلیہ سلطنت کو اس نے شہنشاہیت میں تبدیل کر دیا۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- ۱۔ ان حالات کا اور اک کر سکتیں جو مظیہ سلطنت کی تائیں، و سخت اور استحکام کا سبب ہے۔
- ۲۔ شیر شاہ سوری اور ہمایوں کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان میں ہمایوں کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لے سکتیں۔
- ۳۔ ہندوستان کی تاریخ میں شمس شاہ اکبر نے جو متفاہ اثرات مرتب کیے ان کا اندازہ کر سکتیں۔

لازمی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

- (1) محمد عبداللہ ملک، تاریخ پاک و ہند صفحہ 570ء 375ء
- (2) محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، جلد اول

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا قیام اور استحکام
(الف) اکبر کا پس منظر اور کارناٹے

صفہ 563ء 735ء

V.A. Smith, The Oxford History of India, pp. 320-61

Ishwari Prasad, A Short History of Muslim Rule in India, pp: 312-540

W.W. Hunter, History of India, pp: 134-45

E.B. Hawll, A Short History of India, pp: 144.60

(ب) ہمایوں کی تخت نشینی

(ج) شیر شاہ سوری کا ظہور اور ہمایوں کی جلاوطنی

(د) خاندان سور کا زوال اور ہمایوں کی واپسی

(ر) اکبر کی تخت نشینی، فتوحات، انتظامی کارناٹے اور

نمہیں پالیں

اہم نکات

ہنادی طور پر بادر کا تعلق اس چھوٹی سی ریاست سے تھا جو امیر تیور اس کے اجداد کے لیے چھوڑ گیا تھا یہ ریاست فرغانہ تھی جو روپی ترکستان میں واقع تھی نوجوانی کے زمانے میں اس نے اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ریاست کو وسعت دینے کی جدوجہد میں حصہ لیا مگر اس نے جلد محسوس کیا کہ ایران کے صفویوں اور وسطیٰ اشیاء کے ازبکوں کی موجودگی میں وہ قدیم علاقوں میں کوئی بھی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ ایک مسم جو، پر عزم انسان تھا اس لیے معنوی حیثیت پر قیامت نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ اپنے خول سے باہر نکلا، 1504ء میں اس نے کامل فتح کیا اس کی نظر ہندوستان کے دسیع میدانی علاقوں اور ان کی دولت پر تھی۔ وہ موقع کی تلاش میں رہا، 1517ء سے لے کر 1519ء تک اس نے افغان علاقوں پر تصرف حاصل کرتے ہوئے پنجاب کی طرف رخ کیا اور دولت خان لودھی، حاکم پنجاب اور عالم خان لودھی کی ترغیب پر امیر ایم لودھی کی حدود میں داخل ہو گیا امیر ایم خان لودھی اس کی سرگرمیوں سے غافل نہ تھا اس نے بھی پنجاب کی طرف پیش قدمی کی دونوں فوجوں میں پانی پت کے میدان میں گھسان کارن پڑا، امیر ایم کو شکست ہوئی جس نے بادر کو ہندوستان کی قسمت کا مالک مانا دیا وہ آگے بڑھا اور اس نے آسانی سے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ کارناٹے 27-1526ء تک مکمل ہو گئے۔ اس کا اگلا ہدف میوار کا راجہ رانا سانگھ تھا جسے 1527ء میں کنوا یہ کے مقام پر شکست دی گئی اس کے بعد چند پری کے حکمران میدنی رائے کی باری تھی جسے 1529ء میں شکست دی گئی۔

1530ء میں جب بادر کا انتقال ہوا تو اس نے اتنی بڑی سلطنت چھوڑی تھی جس میں بد خشال، افغانستان، پنجاب، دہلی اور بیمار کے کھلے میدان شامل تھے۔ اس کے بعد اس کا بینا ہمایوں تخت نشین ہوا ہمایوں میں ایک اچھے حکمران کی بہت سی خصوصیات تھی مگر اس میں ایک بڑا نقش یہ تھا کہ جب بھی کوئی علاقہ فتح کرتا تو آگے کی فکر چھوڑ کر رنگ رلیاں منانا شروع کر دیتا اس سے اس کے دشمنوں کو فائدہ پہنچا جیسا کہ گجرات کی فتح کے بعد ہوا وہ ایک سال تک آگرہ میں رہا جس دوران میں مالوہ اور گجرات اس کے ہاتھوں سے چھن گئے۔

اس اثناء میں ایک افغان امیر شیر شاہ نے جو فی بیمار میں اپنی طاقت مجمتع کر لی۔ ہمایوں نے اسے روکنے میں خاصی تاثیر کر دی اس لیے وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ ایک سال بعد یعنی 1540ء میں شیر شاہ نے

ہمایوں کو شکست دی اور لاہور تک اس کا تعاقب کیا۔ ہمایوں کے بھائیوں نے بیشہ کی طرح اسے دھوکہ دیا۔ وہ -

ببر حوال پچھا چاتا 1545ء میں ایران پنچا جہاں اسے شاہ ایران طهماسب نے پناہ دی۔ اس کی مدد سے اس نے پلے قندھار فتح کر کے اپنے ایک بھائی کو شکست دی اور پھر کامران کے خلاف کامل پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا۔

ہمایوں کو جب اپنے ظالم بھائیوں کی مخالفت سے نجات مل گئی تو اس نے شاہ ایران کی مدد سے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا جہاں شیر شاہ سوری کے چار جانشین تخت نشینی کی جگہ لڑ رہے تھے ان حالات میں اس کو دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس طرح وہ بآسانی اپنے والد کے دونوں اہم شر

1555ء میں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر اس دفعہ سے صرف سات ماہ حکومت کرنے کا موقع میر آیا۔

جس زمانے میں ہمایوں ملک سے باہر تھا شیر شاہ سوری کو اپنی رعایا کی فلاج و بھاؤد کے بے شمار مواقع میر آئے جن سے اس نے کما حقہ فائدہ اٹھایا اس نے مختلف مقامات پر کنوئیں لگوائے، تالاب ہوائے نہریں اور

پل تعمیر کیے، ملک بھر میں سڑکوں کا جال تھا دیا، سڑکوں کے دونوں طرف سایہ دار اور پھلدار درخت لگوائے امن و امان قائم کرنے اور مسافروں کو رہنی سے چانے کے لیے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پولیس چوکیاں

ہائیں، شفاخانے قائم کیے اور سرائے ہوائیں۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ پشاور سے گلکتہ تک طویل سڑک کی تعمیر ہے جس نے نقل و حمل کے ذرائع میں بہت آسانیاں پیدا کر دیں۔

شیر شاہ سوری کی ان اصلاحات نے فلاجی و رفائلی کارناموں میں اسے بر صیر کی تاریخ کی مقبول ترین شخصیت بنا دیا۔ اگر اسے مزید مہلت ملتی تو بر صیر کی تاریخ آج شاید کچھ اور ہوتی۔

ہمایوں کا انتقال 1556ء میں ہوا۔ اسکے بعد اس کا بڑا اپنا اکبر تخت نشین ہوا۔ اس کا سب سے پہلا اور اہم معمر کہ ہمیوہ قال کے ساتھ پانی پت کے میدان میں ہوا جس میں اکبر کو تاریخی فتح حاصل ہوئی۔ ہمیوہ قال ایر ہوا اور بریم خان کے اشارے پر اکبر کے ہاتھوں قتل ہوا۔

اس فتح نے ہندوستان بھر میں اکبر کے لیے ہر سو فتح کے دروازے کھول دیے، گویہ سال (1556ء) اس کی فتوحات کا نقطہ آغاز تھا اس کے بعد اکبر نے 1576ء ہر محاذ جگ پر خود شرکت کی اور ہر فتح کو تیکنی مار دیا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ 1576ء تک صرف تین سال کی مدت نے اسے ہندوستان بھر کی قسمت کا مالک بنا دیا۔ اسی سال 1576ء میں امبر کے راجہ مان سنگھ کی طرف سے میواڑ کے راجہ پر تاپ سنگھ کو بلدی گھاٹ کے مقام پر شکست فاش دے کر اس کا علاقہ مغلیہ سلطنت میں شامل کیا اور رانا کو دور از علاقوں میں پناہ پر مجبور کر دیا۔

اور اسی سال بھاگل کی فتح کی تہجیل ہوئی اس طرح وہ ہندوستان کے نہایت قسمی زرخیز ترین علاقوں کا بلا شرکت غیرے حکمران نے گیا جو بخرہ عرب سے لے کر خلیج بھاگل تک اور بھالیہ کے دامن سے لے کر زندہ اسک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے باوجود 1581ء اس کے لیے نہایت خطرناک اور نازک سال تھا کیونکہ اس سال اکثر مسلم امراء اس کے خلاف بغاوت پر آماد ہو گئے تھے جس کے نتیجے میں تمام مشرقی صوبے باغیوں کے قبضے میں آگئے لیکن اکبر نے نہایت داشمندی اور بر وقت اقدام سے ان تمام باغیوں کا قلع قلع کر دیا اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ اندر ورنی سازشوں اور بیر ورنی حملوں سے محفوظ و مامون ہو کر اکبر نے اپنی تمام توجہ انتظام سلطنت کی طرف مبذول کی۔ اس سلسلہ میں اس کے تمام امیروں اور مشیروں نے مدد کی۔ اور اسے ایک شفاف مالی اور زرعی نظام دیا اس زمانے میں نہائندہ نظام تھا۔

اکبر کے دربار میں ہندو مسلم، زرتشت، عیسائی غرضیکہ ہر قوم اور فرقے کے لوگ موجود تھے اور وہ سب اس پر اثر انداز تھے خاص طور پر اس وجہ سے اس کا اپنا کوئی مضبوط مذہبی پس منظر نہ تھا۔

اس پس منظر کے ساتھ کم علمی، مذہب سے دوری اور ہر طرف سے بے فکری اور آزادی نے بادشاہ پر منفی اثرات چھوڑنا شروع کر دیے جس کے نتیجے میں اس نے ایک نئے مذہب (دین اللہ) کا اجراء کیا اس میں زیادہ ہاتھ شیخ مبارک کے چھوٹے بیٹے ابو الفضل کا تھا۔ یہ دین اللہ چوں چوں کامرب ہوا اس میں بیان دی چیز اسلامی عقائد و اطوار سے بیز اری اور دوسرا مذہب کے چند اصول جنہیں اکبر بہتر سمجھتا تھا شامل تھے۔ اس کے نزدیک جیلن مت، ہندو مت، عیسائیت اور پارسی مذہب بہتر تھے اس لیے اس نے ان کے اصول اپنائے، سورج، آگ اور دیگر مظاہر فطرت کی پرستش پر زور دیا۔ اہل ہندو کی طرح تک لگاتا، اور ان کے میلوں ٹھیلوں میں حصہ لینا اپنا شعار ہا لیا۔ جماں تک اسلام کا تعلق ہے تو وہ صرف مرائے نام مسلمان تھا بخض خاص موقع پر وہ ان کی رسومات میں حصہ بھی لیا کرتا تھا محض اس لیے کہ مسلمان بھی اس کی رعایا ہیں۔

اکبر کے دین اللہ میں جر نہیں شاید اسی لیے اس کے ماننے والوں کی تعداد کبھی بھی دوسرے جن افراد سے زیادہ نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے بیٹے جماں گیر کے قول اس کا باب ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے موت سے ہمکنار ہوا۔

دین اللہ کی وجہ سے اس کی غیر مسلم رعایا جس میں نیزل، ٹوڈل اور راجہ مان سنگھ جیسی شخصیں شامل تھیں بہت خوش تھے۔ قطع نظر اس کے وہ اس کے دین کے بیرون تھے یا نہیں اس بات کا یقین تھا کہ انہیں

اور ان کی قوم کو شہنشاہ کی سر پرستی حاصل ہے ایک بات ہن شہنشاہ کے اس نے اپنے مادی فوائد اپنی نظر وہ سے کبھی او جھل نہیں ہونے دیے۔ 1582ء میں اس نے دین الہی جاری کیا اس کے بعد تیرہ سالہ عرصہ میں اس نے جو شاندار فتوحات حاصل کیں اور کارناٹے سے سراجامدیے وہ اس حقیقت کے شاید ہیں۔

اس نے 1583ء میں اللہ آباد کا قلعہ تعمیر کر کے سگھ و جن کے درمیانی علاقے کو تحفظ فراہم کیا۔ پھر 1586ء میں اس نے کشیر پڑھائی کی اور اسے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا۔ 1590ء میں جنوبی سندھ پر فتح حاصل کی۔ 1592ء میں راجہ مان سنگھ نے اڑیسہ سنج کے مقابلہ سلطنت میں ضم کیا۔ 1594ء میں بلوجستان میں ساحل سکران کو شامل سلطنت کیا گیا ایک سال بعد قدمدار کو اس کے ایرانی سکران نے اکبر کے حوالے کیا۔ ہر حاذ پر فتح حاصل کرنے والا اکبر اعظم اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں قطعاً ناکام رہا۔ اس کے دو چھوٹے بیٹے مراد اور دانیال، سے ہب میں اس قدر غرق ہو گئے کہ انہیں موت نے گلے لگا لیا اب صرف اس کا بڑا بھائی سلیم (جہانگیر) باقی تھا اس نے شہنشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ 1602ء میں اس نے اپنے والد کے احساسات کو اس قدر صمد مدد پنچایا کہ اس نے ایک ڈاکو بر مددیہ سنگھ کو باوشاہ کے مشیر ابو الفضل کے قتل پر آماہ کیا کیونکہ وہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا۔

اکبر کے لیے ان حالات میں جہانگیر سے خوشنگوار تعلقات قائم رکھنا ناگزیر تھا۔ بھورت دیگر اس کا بینا خرد بھی جانشین بننے کی صلاحیت رکھتا تھا اس لیے جب 1604ء میں بادشاہ نے اسے طلب کیا تو اسے حاضری دینے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ جہاں دونوں باپ بینے میں صلح ہو گئی اکبر نے اسے اس صوبے کا واسی رائے میں دیا جس کے لیے پہلے اس نے دانیال کو مانا چاہا تھا نیز اسے اگرہ میں حیثیت جانشین کے رہنے کی اجازت بھی دے دی۔ چنانچہ 1605ء میں اکبر مرض الموت میں بنتا ہوا تو اس نے شہزادہ سلیم کو بلا کر اسے اپنا جانشین مقرر کیا۔ دوسرے روز جب اکبر کا انتقال ہو گیا تو راجہ مان سنگھ اور عزیز کو کا کی خالفت اور سازش کے باوجود تمام امراء اور وزراء نے شہزادہ سلیم کو اکبر کا جانشین تسلیم کر لیا۔ اس کی تخت نشی اگرہ میں اس کے والد کے انتقال کے ایک هفتہ بعد 3 نومبر 1605ء کو ہوئی۔

خود آزمائی

- ۱۔ مغلیہ سلطنت کے قیام میں پانی پت کی پہلی لڑائی کی کیا اہمیت ہے؟ مدل جواب دیجئے۔
- ۲۔ شیر شاہ سوری کے مقابلے میں ہمایوں کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لیجئے۔
- ۳۔ ہمایوں کی وفات کے وقت ہندوستان کے سیاسی حالات کو کہ نظر رکھتے ہوئے کیا آپ شہنشاہ اکبر کو مغلیہ سلطنت کا بانی قرار دے سکتے ہیں؟
- ۴۔ اکبر کی مدھبی پالیسی پر سیر حاصل تبصرہ کیجئے۔
- ۵۔ اکبر کے راجپوتوں کے ساتھ تعلقات پر حکم کیجئے۔

پونٹ کا تعارف

گزشتہ پونٹ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح زوال آشاد بھلی سلطنت کا خاتمہ باہر سے آنے والے ایک نئے خاندان نے ایک ہی ضرب کے ساتھ کر کے اپنی خاندانی (مغلیہ) سلطنت قائم کی جو ایسی مشتمل کبھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس کی بنیاد میں کمزور ہو کر لرزنے لگیں۔ حتیٰ کہ اس کے دوسرے ہی حکمران (ہمایوں) کو صرف دس سال حکومت کرنے کے بعد ایک افغان امیر، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر تقریباً پندرہ سال تک جلاود طینی کی زندگی مسکر کرنا پڑی پھر آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اس نے کس طرح دوبارہ تاج و تخت حاصل کیا۔ اس کے بعد جو حکمران (اکبر) تخت نشین ہوا اس نے نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کی بلکہ اس کی بنیاد پر ایک ایسی پر شکوه عمارت تعمیر کی جو اس زمانے میں سب سے مضبوط، سب سے وسیع اور قابل رشک تھی۔

اکبر کے دور کو ہم نے دو مختلف انداز سے دیکھا یعنی سیاسی لحاظ سے اور مذہبی اعتبار سے۔ اس کی مذہبی کا اثر اس کے آخری دور میں اور آنے والے ادوار میں واضح نظر آتا ہے۔

زیر نظر پونٹ کا مطالعہ ہمیں اس رخ کو سامنے رکھ کر کرنا ہو گا۔ بے شک و قتنی طور پر اکبر کے خیالات و افعال کی وجہ سے اس کی سلطنت کو وسعت میں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایسے مذہبی رجحانات کی وجہ سے اکبر کے جانشینوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ مسلم ہندوستان کے لیے وہ کس حد تک مفید یا نفعمند ہو گئے ہوئے۔

یہ ایک حقیقت ہے اکبر زیادہ پڑھانہ تھا اس لیے وہ کسی بھی مذہب یا نظام سے سطحی طور پر متأثر ہو جاتا تھا اس کی اسی کمزوری سے اس کے خصوصی امراء اور دوستوں ابوالفضل، قیضی، ہیرمل، ٹوڈر مل، بان سنگھ وغیرہ کو اسے اپنے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے حق میں استعمال کرنے کا موقعہ ملا۔ اس کے مرکز اسلام کی دور رس تعلیمات سے اسے فائدہ اٹھانے کی مہلت نہ ملی اور نہ ہی اس کے حلقوے یا اس میں کوئی ایسی نمائندہ شخصیت موجود تھی جو اس کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرتی۔

اس کے مرکز جا نگیر ایک صحیح العقیدہ مسلمان تھا جو اس کے نورتوں میں کم از کم شیخ مبارک کے

دونوں فرزندوں، فیضی اور ابوالفضل کے تحت خلاف تھا مغضن اس لیے کہ اکبر کو گمراہ کرنے میں ان دونوں کا ہاتھ سب سے نمایاں تھا۔

اس سلسلے میں سب سے اہم واقعہ پلے جسیوٹ مشن کا ہے جس کے ذریعہ 1572ء میں پہلی بار یورپی عیسائیوں کے بارے میں اکبر کو کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے بارے میں تفصیلی حدث اس یونٹ میں ہو گی؟۔ اس مشن کے بعد جماں تیر و شاہجهان کے دور میں جو سیاسی و معاشرتی حالات تھے ان پر حصہ ہو گی اور آخر میں عالمگیر اور گنگ زیب کے پر شکوہ دور پر نظر ڈالی جائے گی۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :-

- ۱۔ شہنشاہ اکبر کے بعد اس کے جانشینوں، جماں تیر اور شاہ جہاں کے غیر اہمیاً کم اہم امور کا صحیح جائزہ لے سکیں۔
- ۲۔ شاہجهان کی زندگی میں اس کے بیویوں میں جنگ جانشینی کیوں لڑی گئی اور اس میں اور گنگ زیب کی کامیابی کے اسباب سے آگاہ ہو کر اس کے دور کے واقعات کا جائزہ لے سکیں۔
- ۳۔ اور گنگ زیب عالمگیر کے طویل دور ان حکومت اور اس کی نمایاں کامیابوں کے باوجود مغلیہ سلطنت کے فوری زوال کے اسباب معلوم کر سکیں۔

لازی کتب برائے مطالعہ

عنوان برائے مطالعہ

(۱) محمد عبد اللہ نملک، تاریخ پاک و ہند صفحہ 581ء 730

مغلیہ سلطنت، عروج

(الف) جماں تیر، تخت نشین، اہم واقعات (۲) شبیل نعمانی، اور گنگ زیب عالمگیر ایک نظر میں صفحہ 20ء 65

3. V.A. Smith, The Oxford History of India,
p. 363-430

(ب) شاہجهان۔ تخت نشین، دور تعمیرات

(ج) جنگ جانشینی

4. Ishwari Prasad, A Short History of Muslim
Rule in India, p: 563-75

(د) اور گنگ زیب، تخت نشین، عروج و انتشار

5. W.W. Hunter, History of India, p: 140-70

(ر) آغاز زوال

6. E.B. Hawll, A Short History of India, p: 162-85

اہم نکات

شہنشاہ اکبر نے مظیہ سلطنت کو ایسے نقطہ عروج پر پہنچا دیا تھا کہ اس کے جانشینوں کے لیے اسے مزید وسعت و شوکت دینا نہیت مشکل تھا اس کے فوری جانشین جما گیر کا دور کم دور انہی کا بھی تھا اور کم اہم۔ اکبر جیسے عظیم حکمرانوں کی بڑی بڑی غلطیاں اور کمزوریاں ان کے عظیم کارنا مولوں کی وجہ سے نظر نہیں آتیں اور یوں نہی کسی آنے والے حکمران کی گرفت کمزور پڑتی ہے تو معمولی غلطیاں بھی حماقتوں نظر آنے لگتی ہیں اور وہی اس خاندان کے زوال کا آغاز کا سبب ہن جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں مغیہ دور کی مستقبل کی تاریخ کا مطالعہ اسی نقطہ نظر سے کرنا ہو گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اکبر کا عیسائیت سے پہلا تعارف 1672ء میں پرنسپالی سوداگروں کے ذریعے کمبے (Cambay) میں ہوا۔ اگلے سال 1573ء میں اس کا اعادہ سورت میں ہوا جہاں چند غیر ملکی عیسائی و ائموروں سے ملاقات کے دوران میں اس مذہب سے مزید واقفیت ہوئی۔ 77-78 1576ء میں شہنشاہ نے مزید ذرائع سے عیسائیت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ لیکن اس کی تھنگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ 1578ء میں ہی ایسا ہی ہوا جس نے اسے عیسائی مذہب کو جانتے کا مزید اشتیاق دلایا۔ اس لیے اکبر نے گوا کے باختیار ادارے سے رجوع کیا کہ وہ اس کے لیے ایسے ماہرین کا مدد و سوت کرے جو اس کے شکوک کو رفع کر کے اسے مطمئن کرے۔ چنانچہ 1579ء میں گوا کے اہل کلیسا نے بادشاہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے وہاں سے دو نہایت ماہر مشریوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ دونوں پادری 1580ء میں فتح پور سیکری پہنچے۔ دونوں اپنے مذہب کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے تھے۔ بادشاہ ان سے اس حد تک مطمئن اور متأثر ہوا کہ اس نے دس سالہ شتر اولاد کو ان میں سے ایک کے حوالے کر دیا کہ وہ اسے پرنسپالی زبان اور سیکی اخلاق کی تعلیم دے۔ گوا سے تیرا عیسائی مشری دو را اکبر کی دعوت پر 1595ء میں لا ہور آیا اور بادشاہ کی اجازت سے اس کا مذہب کی اجازت حاصل کر لی۔ اگرچہ یہ مشن ہی بادشاہ اور اس کے خاندان پر اثر اندازہ ہو سکا تاہم اس نے اس بات کی رعایت حاصل کر لی کہ اس کے ہم مذہب مشریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت مل گئی۔ اور یہ ان کی بڑی کامیابی تھی کیونکہ انہیں مستقبل کے لیے ایک پلیٹ فارم مل گیا تھا۔

اکبر کے مقابلے میں اس کے جانشین جہانگیر کے عہد کی سیاسی طور پر کوئی اہمیت نہیں۔ نہ کوئی فتوحات ہو نہیں نہ ملکی حدود میں کوئی اضافہ ہوا اور نہ ہی کوئی وسعت و ترقی ہوئی۔

اس کی حکومت کے آغاز میں اس کے بیٹے شزادہ خرم نے بغاوت کی وہ قلعہ اگرہ سے فرار ہوا اور 1606ء میں دریائے چناب عبور کرتا ہوا اگر فمار ہوا۔ پہلے اسے ایک ہندو کے پاس زیر حرانت رکھا گیا پھر وہاں سے آصف خان کی قید میں رکھا گیا۔ 1620ء میں اسے اپنے بھائی شزادہ خرم (شاہ جہاں) کے ہاں منتقل کیا گیا۔ جہاں 1622ء میں اس کا انتقال ہوا۔ 1623ء میں شزادہ خرم نے بغاوت کی اسے دکن فرار ہونا پڑا۔ 1625ء میں باپ بیٹے میں ایک معاهدہ ہوا۔ شاہ جہاں نے قلعہ رہتاں اور اسیر گڑھ اپنے باب کے حوالہ کئے اور اپنے بیٹوں دارال歇کوہ اور اورنگ زیب کو ہمانت کے طور پر بادشاہ کے حوالے کیا۔ اس زمانے میں جہانگیر نے مبارکہ چنانچہ وہ 1627ء میں انتقال کر گیا۔

ان واقعات کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ ان سے کہیں زیادہ اہم واقعات وہ ہیں جو نہ صرف جہانگیر کے عہد میں بلکہ آنے والے مظیہ دور میں بھی اثر انداز ہوئے۔

سترھویں صدی کے آغاز کے ساتھ پر تگالی تاجروں کی اجارہ داری رفتہ رفتہ ختم ہونے لگی۔ 1565ء میں وہی ٹگر کے زوال کی وجہ سے ان کی تجارت پر ضرب کاری پڑی گواجوآج تک مغرب والوں کے لیے اہم ترقیاتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا اخلاقی زوال اور سیاسی اوبار کی علامت من گیا۔ مسیحی مشنری بھی ان کی اصلاح کرنے میں ناکام ہو گئے بلکہ اس کی بحری برتری اور وقار بھی ختم ہونے لگے۔ پر تگال اور اپنیں 1580ء میں متعدد ہوئے اور شاہ قلب نے ڈچ تاجروں کے جہازوں کے لیے زرع کی بدرگاہ مدد کر دی اور اس طرح انہیں مشرقی تجارت سے محروم کر دیا۔ اس پر انہوں نے پر تگال کی اجارہ داری ختم کر دی۔ اس نتیجہ میں 1602ء میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی وجود میں آئی۔ 1612ء میں انگریزوں نے بادشاہ جہانگیر کو بہت متاثر کیا کہ صرف دو جہازوں کے ذریعہ گوا کے پورے بحری ہریزے کو نکست دی۔

اس سے قبل 1608ء میں جہاز ہمیٹر کا پتیان ولیم ہامائز جہانگیر کی خدمت میں شاہ مرتضیہ ناصر اول کے ایک خط اور سونے کے 25000 روپے کے ساتھ حاضر ہوا۔ خط میں تجارتی مراعات کی درخواست کی گئی تھی بادشاہ ان تحریک سے بہت خوش ہوا۔

ایک شاہی فرمان کے ذریعہ انگریزوں کو سوت میں پہلی فیکٹری لگانے کی اجازت دی گئی۔

ان دا ت کے بعد سر تھامس رائے (Sir Thomes Roe) باقاعدہ سفارت کے ساتھ جانگی

ن خدمت میں حاضر ہوا اور سوت میں بڑا طالوں کی تجارت کے لیے مضبوط بناد فراہم کی۔

اگر 1627ء میں جانگی کے انقال کے وقت اس کے دونبیٹے تھے، شزادہ خرم (شاہجمان) اس وقت، کئی میں تھاں کے لیے مرکونک پختے میں کئی بخت درکار تھے و سر اپنا شریار جو آگرہ میں موجود تھا سے ملکہ نور جمال کا بادہ ہونے کے ناطے اس کی تائید حاصل تھی۔ اس لیے تخت کے حصول کے لیے اس نے فوری طور پر لاہور کا رخ کیا۔ شاہجمان نور جمال کے بھائی آصف خان کا داماد تھا اس کی خواہش تھی کہ شاہ جمال بادشاہ نے یہ گویا اقتدار کے لیے بہن بھائی کے دعویداروں کی خاطر ایک جنگ تھی جس میں بہر حال آصف خان کا میاب ہوا اور یوں اپنے سر کی حمایت سے شاہجمان 1628ء میں تخت نشیں ہوا مغلیہ سلطنت میں اس کا دور حکومت غالباً سب سے شاندار، عظیم اور ممتاز تھا اس کا سادہ سبب امن و امان آزادی، مجموعی خوشحالی اور استحکام تھی۔ شاہی خزانہ مال و دولت اور زر و جواہرات سے ہر پور تھا اور اس کی فوجی توانائی اندر و فی سازشوں اور بغاوتوں سے تحفظ تھی۔ اس لیے اس نے تعمیری کاموں کی طرف توجہ مبذول کی چونکہ اس کو تعمیرات کا بہت شوق تھا اس نے ملک ہر میں عالیشان نہ ہی، شاہی اور عام عمارتیں انشا شروع کیں جن کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ غریب اور نادر لوگ مخت مزدوری حاصل کر کے اپنے الی خانہ کے لیے دو وقت کی روٹی کا بد و بست کر سکیں۔ یہ عمارتیں اگرہ و بیلی، لاہور اور بہت سے دوسرے شروں میں تعمیر کی گئی تھیں جن میں سے اکثر ابھی موجود ہیں مثلاً موئی مسجد اگرہ، دیوان عام اور دیوان خاص و بیلی، خاص طور اگرہ میں اپنی بیگم ممتاز جمال کی یاد میں جو مقبرہ تاج محل بنایا گیا اس کا شمار مدتوں دنیا کے سات عجائبات میں ہوا تاریخی مقبرہ آج بھی اس شان و شوکت سے موجود ہے۔

شاہجمان نے اپنے اسلاف کی طرح سلطنت کی حدود کو جنوب کی طرف مزید وسعت دی اس نے 1628ء میں بدلیل کھنڈ راجبوت قبائل کی بغاوت کو بھی فرد کیا اور 1631ء میں احمد گر کی مسلم ریاست کو بھی دبایا۔ اس کی افواج نے دکن میں گولکنڈہ اور بھاپور کے سلاطین کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ اس کے ایک جرنیل 150,000 افراد کی فوج کی مدد سے 1631ء میں ہنگلی کی ایک چوکی پر بھی قبضہ کیا۔ البتہ وسط ایشیاء کی مم میں اسے کامیاب نہیں ہوئی اور قندھار اس کے ہاتھوں سے دوبار چھٹا۔

شاہ جمال کے چار بیٹے تھے جب 1657ء میں وہ بیماری میں بیٹا ہوا تو اس کا بڑا اپنا دار اشکوہ آگرہ میں

بادشاہ کے پاس موجود تھا وہ آئندہ کے لیے متوقع جانشیں تھا وہ پنجاب اور دوسرے شمالی مغربی صوبوں کا واکرائے بھی تھا۔ جب کہ دوسرے بھائی شجاع بھگل اور اڑیسہ کا حاکم تھا۔ اور نگزیب کے تصرف میں دکن کا علاقہ تھا اور سب سے چھوٹے بھائی مراد خوش کے قبضے میں گجرات کا علاقہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ چاروں اوسط عمر سے اوپر کے تھے سب کے پاس اپنی فوج تھی اور سب میں لڑنے کی صلاحیت موجود تھی اور سب ہی تخت کے دعویدار تھے۔ سب سے پہلے شجاع نے بھگل میں اور مراد خوش نے گجرات میں تاج و تخت کا دعویٰ کیا اور نگزیب نے دکن سے ایک طرف میر جملہ کی یورپی پیادہ سپاہ پر نظر رکھتے ہوئے دوسری طرف دارالشکوہ کی حرکات و سکنات کا بغور خیال رکھا اور ساتھ ہی مراد خوش سے تقسیم سلطنت کے دعوے پر اشتراک عمل کا معاملہ کیا۔ دارالشکوہ کے بھائی سلیمان شکوہ نے راجہ جے سنگھ کی حمایت سے 1658ء میں شجاع کو شکست دی پچھے عرصہ بعد اور نگزیب اور میر جملہ نے مل کر مراد خوش کے ساتھ اتحاد کر لیا اور ان کی متحدہ فوجوں سے اگرہ کی جانب پیش قدمی کی۔ نتیجتاً دارالشکوہ اور اس کے اتحادی راجہ پتوں کو اور نگزیب نے ساموگزہ کے مقام پر شکست فاش دی اور نگزیب نے فوری طور پر اگرہ کا رخ کیا شاہجہان کو اپنے محل میں نظر بند کیا جہاں وہ اپنی طبعی موت تک مقید رہا۔ مراد خوش بھی جلد ہی اس کے دام ترازو میں آگیا اسے حرast میں لے کر گواںیار کی جیل میں بھج دیا گیا جہاں پچھے عرصہ بعد وہ قتل کر دیا گیا۔

دارالشکوہ نے راہ فرار اختیار کی گرفتار ہوا اور علماء کرام کے فتوے سے کفر کا مرٹکب قرار دیا گیا اس پاداں میں اسے قتل کر دیا گیا۔ شاہجہان نے آخری وقت میں حالات پر قابو پانے کی کوشش کی مگر تاج و تخت شاہی خزانے اور افواج کی حمایت کی وجہ سے وہ اور نگزیب کا کچھ بھی نہ کر سکا آخر اپنے تمام افراد خانہ کے ساتھ ارکان کی پہاڑیوں کی طرف دھکیل دیا گیا جہاں سے پھر اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔

بیوں تمام قسم کے خطرات و مشکلات پر قابو پا کر اور نگزیب عالمگیر 1658ء میں ہندوستان کی دسق و عریض سلطنت کا وارث و مالک ہوا۔ تاہم اس کا فوری واسطہ مر ہنوں سے ہوا جو سلاطین دکن کے ہاں اکثر مالی امور سرانجام دینے کے لیے خدمات پر مامور تھے۔ ان میں سے اکثر مسلمانوں کے حق میں ان کے دشمنوں سے بھی لڑ رہے۔ ان میں سے بعض مسلم سلاطین کے ماتحت جا گیر دار بھی تھے خود سیواجی کا باپ شاہباغی بھونسلہ ہی ایک جا گیر دار تھا جس نے ملک عنبر واللہ احمد غفر کے ماتحت شاہجہان کی فوج کے ساتھ جنگ کی بعد میں وہ سلطان بھاپور کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ سیواجی جب اٹھا رہا تھا اس کا ہوا تو اس نے سلطان بھاپور یا مغلوں کی

ملازمت اختیار کرنے کی جائے آزادانہ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور مسلمان فاتحین کو دکن سے نکالنا شروع کیا۔ اس جدوجہد میں اس کی خاندانی جاگیر کے کارندوں نے سب سے پہلے اس کا ساتھ دیا اور پھر اس کے ساتھ مرہشہ گوریلے شامل ہو کر مغلوں کے لیے خطہ بننے لگے۔ اس کی ان سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے 1659ء میں بھاپور حکومت نے افضل خان کی قیادت میں بارہ ہزار سواروں پر مشتمل فوج اس کے خلاف بھجی۔ جس نے نہایت ہوشیاری سے گرفتار کر لیا مگر عیار مرہشہ افضل خان کو قتل کر کے رج نکلا۔ 1664ء میں اپنے والد کے انتقال کے بعد سیواجی نے راجہ کا لقب اختیار کیا اپنے نام کے سکے جاری کیے اور ایک بڑی بیڑہ تیار کیا۔ اور جہاں کرام کے ایک جہاز پر حملہ کیا جس پر سلطان بھاپور اور مغل شہنشاہ کی تحدہ افواج نے اس پر حملہ ترتیب دیا آخر کار وہ گرفتار ہوا اور اونگ زیب نے اسے ایک زبردست محافظ کی زیر گرانی رکھا لیکن سیواجی وہاں سے رج کلا۔ 1662ء میں اپنے فائدے کی خاطر سیواجی کو راجہ تسلیم کریں اور اس کے بد لے میں گولنڈہ اور بھاپور کی سلطنتوں کے خلاف اس سے مدد لی۔ مگر جلد ہی سیواجی نے سورت کو لوٹا اور اس نے مغلوں کے زیر انصراف خاندیش اور برادر کے اضلاع پر ”چوتھ“ نافذ کیا اس طرح اس نے اپنی فوج میں اضافہ کیا اور بڑی بیڑے کو مضبوط کر کے مغلوں کے خلاف پہلی زبردست جنگ جھیتی۔ 1674ء میں اس کو باقاعدہ راجڑھ میں مہاراشر کے حکمران کی حیثیت سے اس کی رسم تخت نشینی ادا کی گئی۔ 1680ء میں اپنی وفات سے قبل سیواجی نے جوب میں اپنی فوجی مہماں کے ذریعے جنگی، ویلور اور متعدد قلعہ فتح کر کے اپنی ریاست میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ تاکہ وہ اور نگزیب کو ان علاقوں میں نکست فاش دے۔ مگر اس کی وفات کے بعد اونگ زیب نے بذادت خود دکن کا رخ کیا۔ 1685ء میں وہ اونگ آباد پنچا اور احمد مگر میں ڈیرے ڈال دیے اس دور میں اس نے شتراء اکبر اور مرہٹوں کیخلاف چھوٹی چھوٹی نہیں سر کریں اور 1685-86ء میں بھارپور کو ضم کیا اور گولنڈہ کا رخ کیا اور 1687ء میں اسے فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں شامل کیا اور یوں قطب شاہی خاندان کا قصہ تمام ہو گیا۔

اس کے بعد اونگ زیب نے ایک بار پھر مرہٹوں کی طرف توجہ مبذول کی اور 1689ء میں سیواجی کے جاشین سھاہی اور اس کے وزیر کو گرفتار کر کے مزید دس بارہ اہم افراد کے ساتھ انہیں قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی راجہ رام نے مرہشہ حکومت سنبھالی مگر 1799ء میں جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوہ تارا بائی نے کار و بار حکومت سنبھالا اور مغلوں کی نیند حرام کر دیں یوں اونگ زیب مرہٹوں کو مکمل طور پر ختم نہ کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنی قیمتی زندگی کے آخری 26 سال دکن کے معاملات میں ضائع کر دیے جو بالآخر

اس کے وقار اور اس کے جسم کی قبر نامہ ہوا۔

یہ وہ دور تھا جب یورپ میں نشاہ نانیہ شروع ہو چکی تھی اور اہل یورپ ہر شبہ میں ترقی کر رہے تھے اور یورپی اقوام بالخصوص انگریز، فرانسیسی اور ڈچ اپنے مراعظ سے باہر غیر ممالک میں اپنی قسم آزمائی کر رہے تھے۔ ایک طرف انہوں نے اپنی سیاسی مرتبی اور سیادت و قیادت کے لیے آپس میں مر سر پیکار رہنا شروع کیا اور دوسرے طرف دلن سے باہر سیاسی و اقتصادی مراءات کے حصول کی دوڑ میں حصہ لینا شروع کیا۔ نیچے گار صغير میں اس سلسلہ میں بر طاب نانیہ کو کامیابی ہوئی جو اورنگ زیب کے عمد کے آخر تک رہی مگر نواب شاہزادہ خان گورنر بھال کے زمانے میں انگریز تاجروں اور حکومت میں کشندر ڈیوٹی کے مسئلہ پر جو اختلاف ہوا اس کی وجہ سے شاہزادہ خان نے انگلستان اور مغیثہ سلطنت کے درمیان جنگ کی صورت پیدا کر دی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی لندن، نہ تو زمین کے حصول کے حق میں تھی اور نہ فیکٹری ایریا کی قلعہ بندی چاہتی تھی مگر سر جو سیاہ چالڈ (Sir Josiah child) چیز میں کمپنی کی نہ کسی طرح ہندوستان میں انگریزی توکابوی کا خواہاں تھا اس کے لیے اس نے شاہ انگلستان جنر دوم کو ترغیب دی کہ وہ دس بارہ جمازوں پر مشتمل بڑی بیڑا دروانہ کرے تاکہ چھاگاگنگ کی مدد رگاہ پر بقشہ کیا جائے چنانچہ 1688ء میں انگریزوں کو بھال خالی کرنا پڑا اور سورت میں فیکٹری بھی ہد کرنا پڑی۔ مگر دو سال بعد ہی 1690ء میں فریقین میں معاملات طے ہو گئے اور انگریزوں اپنے بھال آگئے دریائے ہنگل کے دونوں کناروں پر بر طابوی جھنڈا انصب کر دیا گیا اور کلکتہ شر کی بنیاد رکھ دی گئی اور ایک معمولی فیکٹری اور تجارتی کو بھی کی اہمیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے صرف ایک صدی کے اندر اندر ایک ایسی بنیاد رکھ دی جو مستقبل میں ایک نئی حکومت، نئی سلطنت اور نئی قوم کے عروج کا ذریعہ ہوئی۔

خود آزمائی

- ۱۔ پانی پت کی دوسری لڑائی کی اہمیت بیان کیجئے۔
- ۲۔ ہمایوں کے بعد اکبر نے ازسر نو مغلیہ سلطنت کو استحکام خدا، اس کے مد نظر اسے مغلیہ سلطنت کا اصل بانی کہا جاسکتا ہے؟
- ۳۔ شہنشاہ اکبر کی مدد ہبھی پالیسی بیان کیجئے۔
- ۴۔ شاہجہاں کے پیٹوں کے درمیان جگ جاشنی کی وجہات، واقعات اور نتائج بیان کیجئے۔
- ۵۔ مر ہٹوں اور اورنگ زیب عالمگیر کے درمیان تعلقات پر سیواجی کے خصوصی حوالے سے حد کیجئے۔
- ۶۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے اسباب بیان کیجئے۔

یونٹ نمبر 9

یونٹ کا تعارف

اور گنگ زیب عالمگیر نے نصف صدی تک ایک الیٰ عظیم الشان سلطنت پر حکومت کی جس کی نظر نہ تو اس کی معاصر حکومتوں میں کہیں نظر آتی ہے اور نہ ہی اس سے پہلے اور بعد کسی بھی مغل بادشاہ یا شہنشاہ کی حکومت میں نظر آتی ہے۔ حتیٰ کے شہنشاہ اکبر اعظم کی سلطنت بھی وسعت میں اس سے کم پڑ جاتی ہے۔

ان حالات میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آنے والے حکمران اس میں حزید اضافہ اور استحکام پیدا کرتے یا کم از کم اس میں کسی قسم کا ضعف پیدا نہ ہونے دیتے مگر ایسا ہوا نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حکومتوں کی نکست درجت یا قوتوں کے عروج و زوال کے لیے فطرت کے کچھ اپنے مسلمہ اصول ہوتے ہیں اگر ان میں مطلوبہ توازن قائم نہ رہے تو مذکوری سے بڑی طاقت بھی زوال پذیر ہونے لگتی ہے۔ پہلے تو حکومت کے اپنے قوئی مضھل ہونے لگتے ہیں اور اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے والے عناصر میں کمی واقع ہونے لگتی ہے جو دوسرا سے اسباب و عمل سے مل کر حکومت کا زوال ناگزیر ہوادیتے ہیں۔

بعض دفعہ رعایا میں سے چھوٹی عصیت کی قوتوں میں اپنی شاخت کے اظہار کے جذبات پیدا رہ جاتے ہیں اور ان میں آزادی کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ صورت حال بھی بلاشبہ اقتدار اور حکومت کے زوال میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خارجی طاقتیں زوال پذیر قوت کو اپنے ناد ک کا ہدف ہاتی ہیں اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ظاہر ہے اگر یہ سب عناصر میک پیدا ہو جائیں تو قوانین فطرت میں توازن کمال رہ جاتا ہے؟ اس طرح جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کی صورت میں ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

زیر نظر یونٹ میں آپ ایسے ہی حالات و واقعات، جذبات و خیالات اسباب و عمل اور عوامل و عناصر کا مطالعہ کریں گے جو بالآخر اتنی زبردست سلطنت کے انحطاط و زوال میں کار فرمائے ہے۔

بیونٹ کے مقاصد

اس بیونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- ۱۔ اور گزیب عالمگیر کی وفات کے بعد حالات نے جو فوری کروٹ لی اس سے آگاہ ہو سکتیں۔
- ۲۔ مر ہٹوں اور سکھوں نے سلطنت مغلیہ کی بر بادی میں جو کردار ادا کیا اس سے واقعیت حاصل کر سکتیں۔
- ۳۔ افغان حملہ آوروں نے اہل ہند کا جو حشر کیا اس سے آگاہی حاصل کر سکتیں۔
- ۴۔ یورپی طاقتوں نے جس طرح ہندوستان میں اپنے پیر جمائے اس کا دراک کر سکتیں۔

لازیمی کتب برائے مطالعہ

1. Vineant A. Smith, The Oxford History of India, pp: 436-670
2. Ishwari Prasad, A Short History of Muslim Rule in India, pp:
3. W.W. Hunter, History of India, pp: 157-186
4. E.B. Hawll, A Short History of India, pp: 187-285

عنوان برائے مطالعہ

- (الف) اور گزیب کے اہل جانشین
- (ب) مر ہٹوں کا کردار
- (ج) بر طانوی اقتدار میں اضافہ
- (د) رو ہیلوں کا ظہور
- (ر) سکھ گروار ان کی تحریک
- (س) افغان حملہ آوروں کی تباہی

اہم نکات

اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز کے ساتھ ہی ہندوستان کی تاریخ ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

گزشتہ دو صدیاں بر صیر میں مغلوں کے قیام و استحکام پر مبنی تھیں۔ اب حالات بالکل بدل چکے تھے تھے اس صدی کی اہنڈا کا سب سے اہم سانچہ شہنشاہ اور مگ زیب عالمگیر کی وفات ہے جو 1707ء میں ہوئی۔ جب کہ رموز سلطنت سے نا آشنا عمر سیدہ شزادے اپنے اسلاف کی طرح سلطنت کو مزید وسعت اور تحفظ فراہم کرنے کی وجہے جنگ جائشی میں ملوث ہو گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جس کی حیثیت اور نگزیب کے درستک مُنش ایک تجارتی ادارے کی تھی اس کے اقتدار اور اختیار میں اضافہ ہوا۔ سب سے پہلے اس ادارے نے اپنی اصلاح کی۔ قدیم ایسٹ انڈیا کمپنی لندن اور جدید انگلش کمپنی اور نگزیب کے آخری دور میں ہندوستان میں قائم تھی دونوں کو ایک پلیٹ فارم پر لاایا گیا اور بالخصوص بھاگل میں بر طافوی طاقت کو مضبوط کیا گیا اور بر طافوی نیوی کی مدد سے اپنی فوجی طاقت کو تقویت پہنچانے کا اہتمام کیا گیا۔ اور یوں ہندوستان کی مقامی سیاسی قوتوں کے بالمقابل ایک خارجی طاقت اپنے پر جانے لگی جو مستقبل میں ہندوستان کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والی تھی۔

اور مگ زیب کے ہلاکتے بیٹے شاہ عالم یا بہادر شاہ نے اپنے بھائیوں سے جنگ جائشی کے بعد تخت حاصل کیا، راجپتوں سے جزیہ لینا بد کیا اور میوار اور ماروڑز کی ریاستوں کی آزادی کو تسلیم کر کے ان کے حکمرانوں کو غوش کیا۔ اسکے جریلیں ذوالفتخار خان نے دکن میں مرہٹوں کو نہایت صارت اور داشمندی سے روک کر کھا اور سیواجی کے پوتے ساہو کو اس کے عزیزوں کے پاس مہاراشر پہنچا۔ جس کی وجہ سے مرہٹوں میں جائشی کے لیے جھگڑا اکھڑا ہو گیا۔

بہادر شاہ جب دکن سے واپس آ رہا تھا تو اجمیر (1710ء) میں اسے ایک سکھ رہنما "ہدہ" کی بغاوت کی خبر ملی، بادشاہ خود باغیوں کی سر کوٹی کے لیے آگے بڑھا بدہ کی بغاوت کا سبب یہ مایا جاتا ہے کہ سکھوں کے آخری گرو (گوہند سنگھ) کے دو بیٹوں کو سر ہند کے حاکم وزیر خان نے مرداویا تھا۔ جس کا بدله اس نے وزیر خان سے لیا۔ بہادر شاہ نے سکھوں کو مار بھگایا اور وہ اپنے لیڈر بدہ کے ساتھ پہاڑوں میں جا چھپے۔ بہادر شاہ اس مسم کو سر کرنے سے پہلے ہی 1712ء میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد ایک بار پھر جنگ جائشی لڑی گئی جس میں بہادر شاہ کا پوتا فرغن سیر (1713ء) کا میاب ہو کر تخت نشین ہوا۔ اس کی کامیابی میں سید مراد الرحمن جو بادشاہ گر

کلاتے تھے کا ہاتھ تھا۔ فرخ سیر کے دور میں ایک بار پھر مدد نے سر اٹھایا لیکن مدد خود سکھوں میں منتقل نہ تھا۔ اس لیے سکھ خالصہ نے اس کے خلاف مغلیہ لشکر کی حمایت کر کے اس کو کیفر کر دار تک پہنچایا۔ جب کہ سید برادر ان نے فرخ سیر کو محض اس لیے قتل کیا کہ وہ ان کے کنٹروں میں نہ رہا تھا۔ فرخ سیر کے قتل کے بعد یکے بعد دیگرے دو کٹلی حکمران ہوئے مگر سید برادر ان نے محمد شاہ کی مدد کر کے اس کو تخت شاہی سونپا یہ پہلا حکمران تھا جو بادشاہ گر بھائیوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس نے سلطنت کے زوال اور اپنی زیوں حاصل کے باوجود تیس سال تک حکومت کی۔ اس کا دوزیر آصف جاہ، نظام و کن کے اصلاح میں سے تھا جس نے آزاد کن کے لیے کام کیا اور اسیر گڑھ اور بعض دیگر اہم قلعوں پر قبضہ کر کے مرہٹوں کو شمال کی طرف مار چکا۔ اس زمانے میں نواب سعادت علی کی قیادت میں اودھ نے بھی آزادی حاصل کر لی۔ عارضی طور پر بھگال مغلوں کے تصرف میں رہا تاہم 1739ء میں ایک ترک افسر علی وردی خان نے بھگال بھار اور اوڑیسہ میں آزاد گورنر کی حیثیت حاصل کی۔ اسی زمانے میں روہیلوں کے افغان قبیلے نے لگنگا کے شمالی علاقہ پر قبضہ کر کے اس کا نام روہیل کھنڈ رکھا۔ پنجاب میں سنجھ کے جو فی علاقہ میں سکھوں نے بعض راجپوت راجاؤں کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ انہوں نے شمالی پنجاب میں مغل گورنر کے علاقہ کو تاراج کیا اور آزاد ریاستیں قائم کیں۔ اسی اثناء میں مرہٹوں نے بھی طور پر متفاق کر کے ساہو اور تارالائی کے بیٹے سیواجی ٹانی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ایک کو نسل آف اسٹیٹ قائم کر کے اقتدار اعلیٰ پیشوائے حوالے کر دیا جسے محمد شاہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا اور یوں مہاراشر کے حق آزادی کو بھی مانتا پڑا۔

اس کے ساتھ ہی مرہٹوں کی برق رفتار فتوحات کا دور شروع ہوا۔ ان کی خواتین نے نظام الملکت پر کڑی نظریں رکھیں اور مرہٹے سورما پیش قدمی کرتے ہوئے گجرات، مالوہ اور بیدل کھنڈ کو تاراج کر کے خاصے بڑے علاقے کے مالک و حکمران ہیں گے۔ دوسری طرف رਹ੍ਗوجی ہونسلے نے وسط ہند میں حملہ کرتے ہوئے بھگال کی سرحدوں تک رسائی حاصل کی۔

اس طرح محمد شاہ کے دور حکومت کے اختتام تک مغلیہ سلطنت متعدد ریاستوں، جاگیروں اور آزاد حکومتوں میں بٹ گئی۔

اس پر طرہ یہ ہے کہ محمد شاہ نے اپنی حمایت سے نادر شاہ درانی جیسے تو ناد شمن کے سفیر کے ساتھ ناروا سلوک کر کے اس کے غیظاً و غضب کو دعوت دی۔ نادر شاہ نے نمایت ہی قلیل عرصہ میں افغان فاتح کو ایران

سے دھکیل کر دہاں اپنی خاندانی حکومت قائم کی اور خود پیش قدی کرتے ہوئے ہنگاب میں داخل ہوا اور 1739ء میں کرناں کے مقام پر شاہی فوج کو شکست فاش دی۔ محمد شاہ نے خود کو فاتح کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور نادر شاہ نے دہلی میں شاہی محل کے دروازے اس کے قیام کے لیے کھول دیے۔

اس دوران میں شریں میں فسادات رونما ہوئے جس میں نادر شاہ کے کچھ آدمی کام آئے جس نے مراج شاہ کو درہم برہم کر کے رکھ دیا اور عتاب، دہلی کے شریوں پر نازل ہوا۔ نادر شاہ نے اپنی تکوار سونت لی اور نو گھنٹوں تک سنری مسجد میں مرہنہ شمشیر کے ساتھ بیٹھا رہا تھا کہ محمد شاہ کی سفارش پر اس نے یہ قتل عام مدد کیا۔ جب محمد شاہ نے نادر شاہ کی تمام شرائط تسلیم کر لیں تو وہ بے شمار مال خیمت اور شاہ بھان کے تحت طاؤس کے ساتھ دھن دھن داپس لوٹا۔ اور 1747ء میں قتل کر دیا گیا۔ نتیجتاً رانی قبیلہ کے ایک سردار احمد شاہ البدالی نے اس کے تمام مقبوضات کو اپنے تصرف میں لے لیا اور جلد ہی ہنگاب کا رخ کیا۔ اس دوران میں محمد شاہ کے انقال کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ ہندوستان کا بادشاہ عن چکا تھا۔ اس نے البدالی کے حملے کو سرہنڈ کے مقام پر روکا مگر اس سے پہلے وہ لاہور پہنچ کر کے ہنگاب کے دوسرا متدعاً قول پر قابض ہو چکا تھا۔

ادھر آصف جاہ کے انقال کے بعد اس کے پوتوں اور بیٹوں میں نظامت دکن کے لیے جنگ جائشی شروع ہوئی۔ اگلے سال ستارہ کے راجہ ساہو کا بھی انقال ہو گیا اس طرح مرہنوں میں کمزوری شروع ہوئی جس کی وجہ سے ان کی حکومت پونا منتقل ہو گئی۔

اس حرکت نے تاریخی کو مشتعل کر دیا حالانکہ 1708ء سے وہ اپنے احتمیت سیواجی ٹانی کے ساتھ تقریباً گمانی کی زندگی گزار رہی تھی وہ اپنے حمایتوں کے ساتھ ستارہ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئی۔ اس نے پیشوں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اپنے پوتے رام راجا کی جائز سخراںی کا اعلان کیا۔ مگر جب اس نے خود ہی اس اعلیٰ منصب سے لائقی کا انعام کیا تو تاریخی نے اسے قید تھانی میں ڈالا اور خود تمام زندگی سیواجی کا پر چمپاندہ رکھا۔

اس لمحے مرہنوں کے جملہ و فاقوں نے باہمی تعاون کے ذریعے اپنی فوجی طاقت میں بے پناہ اضافہ کیا اور اسے مسلح کر کے گرد نواح کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ رفتہ رفتہ اپنی سرحدوں میں اس قدر اضافہ کیا کہ 1758ء تک شمال میں سندھ اور ہمالیہ کے دامن تک اور جنوب میں آخری حد تک جتنے علاقے آتے تھے سب ان کے تصرف میں تھے۔ اس کے بعد مرہنوں نے اپنے اقتدار میں اضافے کے لیے اور اپنی سیاسی برتری قائم رکھنے کے لیے بالائی ہندوستان پر حملے کا منصوبہ علیا اور بڑی آسانی سے دہلی پر قبضہ کر لیا۔

اس دوران میں عازی الدین نے دہلی میں احمد شاہ کو تپہاٹا کر اس کی جگہ عالمگیر ہانی کو تخت شاہی پر بٹھایا۔

مگر وہ زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا کہ قتل کر دیا گیا۔ اس کی جگہ شاہ عالم ہانی تخت نشین ہوا۔ دور زوال کا یہ پسلہ اور آخری حکمران تھا جس نے تقریباً نصف صدی (1759-1806ء) تک حکومت کی اگرچہ اس کی حیثیت صرف علامتی ہی تھی۔

اسی دوران میں احمد شاہ لبدالی کو بھی ہندوستان والوں آنا پڑا کیونکہ اسے چناب پر مرہنوں کا غلبہ پسند نہ تھا اس نے آتے ہی لاہور پر قبضہ اور مرہنوں اور ان کے اتحادیوں کی فوجوں کو چیچھے دھکیل دیا۔ ظاہر ہے مذہبی عصیت کے تحت ہندی مسلمانوں کی ہمدردیاں احمد شاہ لبدالی کے ساتھ تھیں۔ روہنیوں نے سب سے پہلے لبدالی کا ثابت جواب دیا بعد میں دوسرے مسلمان بھی شامل ہو گئے مرہنے اور ان کے اتحادیوں کے لیے یہ صورت حال موت و زندگی کا مسئلہ عن گئی تھی اسلیے فریقین میں جنگ ناگزیر ہو گی ا۔ دونوں فوجیں پانی پت کے تاریخی میدان میں مجمع ہو گئیں اور 13 جنوری 1761ء کو فریقین میں گھسان کی جنگ ہوئی اور صرف ایک ہی روز میں احمد شاہ لبدالی کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ مرہنوں کے فقط نظر سے یہ اتنی مکمل نکست تھی کہ اس کے بعد وہ پنپ نہ سکے۔ پیشواؤ کو اس نکست پر اتنا صدمہ پہنچا کر وہ اس سے باہر نہ نکل سکا اور پونا میں انتقال کر گیا۔ اس کے اور اس کی حکومت بھی اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہ کر سکی۔ البتہ انفرادی طور پر بعض مرہنہ سرداروں نے یورپی افسروں کی مدد سے کچھ فتوحات حاصل کیں۔

بہ قسمتی کی بات ہے کہ ان حالات سے نہ تو مغلیہ سلطنت کوئی توانائی حاصل کر سکی اور نہ ہی شاہ لبدالی کوئی فائدہ اٹھا سکا کیونکہ اس کی فوج نے ہندوستان میں مزید قیام کی سخت مخالفت کی۔ جس کے سامنے اسے بھی جھکنا پڑا۔ اس طرح اس نے باقی لوگوں کے لیے قسم آزمائی کے لیے کھلامیدان چھوڑ دیا۔ جس کا سب سے پہلے فائدہ سکھوں نے اٹھایا۔ ان کا سردار اعلیٰ سنگھ تلحیج کے جنوہ اصلاح کا راجہ بن گیا لیکن بینادی فائدہ انگریزوں کو ہوا جنگ پلاسی (1757ء) میں لارڈ کلایو کی قیخ کے بعد وہ بھگال کے بلا شرکت غیرے مالک بن گئے۔

انگریز اور فرانسیسی کمپنیوں میں اگرچہ یورپ کی حد تک امن و صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا مگر دکن میں ان کی جنگ جاری رہی۔ پانڈی چری کے گورنر کی حیثیت سے ڈولپے نے انگریزوں کو کرتا نکل نے باہر دھکیل دیا اگر حکومت فرانس نے جب اسے واپس بلا لیا تو صورت حال بالکل بدلتی۔ انگریزوں نے سرے سے جنگ کا آغاز کیا اور سات سالہ جنگ میں فرانس کی بھری طاقت کو مغلوق کر کے پانڈی چری پر قبضہ کر لیا۔ اس ضرب سے

ہندوستان میں فرانسیں طاقت دوبارہ سرناہ اٹھا سکی۔ یہی نہیں بلکہ جری طاقت میں بر طانیہ کی مرتبی کے سبب یورپ کی کوئی کمپنی بھی ہندوستان میں بر طانیہ عظمی کے مقابلے میں آنے کی جرات نہیں کر سکتی تھی۔

جمال تک بھال کے نواتین کا تعلق ہے۔ 1765ء میں میر جعفر کے انتقال کے بعد ان کی حیثیت کمپنی کے بیٹھنے کی رہ گئی۔ البتہ نواب کے عزیز محمد رضا خان مرشد آباد میں نائب نواب کے طور پر معین تھے جب کہ پڑنے میں یہی حیثیت راجہ شتاب رائے کو حاصل تھی۔ ان کا کام کمپنی کے لیے مالیہ فراہم کرنا تھا۔ اس دوران میں میسور میں ایک نئے مسلم خاندان کا ظور اہواج نتیجہ تھامر ہٹوں کی جارحانہ پالیسی کا۔ مر ہٹوں کے آخری پیشوائے میسور میں اپنے پڑوی ہندوراجہ کی زندگی اجیر کر رکھی تھی۔ حیدر علی اس ہندوراجہ کی فوج میں ملازم تھا۔ جب مر ہٹوں میں تاتفاقی کی وجہ سے کمزوری واقع ہوئی تو حیدر علی نے مر ہٹوں کی سرکوبی کر کے ممتاز مقام حاصل کیا اور بالخصوص پانی پت کی لڑائی کے زمانے کے حالات سے فائدہ اٹھایا۔ 1772ء تک حیدر علی نے متعدد نشیب و فرازد کیکھے تاہم وہ میسور میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ 1780ء میں اس نے کرناٹک پر یخار کی اور کامیابی حاصل کی۔ 1781ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ٹپو سلطان اس کا جانشین ہوا۔ یہ دارن میخیز کا زمانہ تھا۔ (83-1727ء) جو 1774ء میں پہلا انگریز گورنر جزیر متعین ہوا تھا۔ اور 1785ء میں ریٹائر ہوا۔

1786ء میں لارڈ کارنوالس گورنر جزیر مقرر ہوا۔ اس کے زمانے میں ٹپو سلطان کے ساتھ تیری جنگ میسور (1790-92ء) ہوئی جس کے نتیجے میں سلطان کو اپنے نصف علاقے سے کمپنی کے حق میں دستبردار ہونا پڑا اور اپنے دو بیٹے بھی بطور حفاظت کمپنی کو دینے پڑے۔

جس زمانے میں فرانس اور انگلینڈ میں جنگ (1793-1815ء) شروع ہوئی اس سے متاثر ہو کر سلطان ٹپو نے انتقام کا فیصلہ کیا جب لارڈ نری کو اس بات کا ثبوت مل گیا کہ مسلمانوں کی اس سلسلہ میں فرانس کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے تو اس نے فوری کارروائی کے طور پر 1799ء میں جنگ شروع کر دی۔ جو تاریخ میں چو تھی اور آخری جنگ میسور کے نام سے مشور ہے اس جنگ میں سر نگاہم کا قلعہ تباہ کر دیا گیا اور سلطان ٹپو لڑتا ہوا شہید ہوا۔ میسور کے متوازی دکن کی آزاد ریاست نظام الملک گورنر دکن نے قائم کی تھی اس کی وفات 1747ء کے بعد اس کے تحنت کے دعویدار تھے اس کا دوسرا بیان صریح جنگ اور نواسہ مظفر جنگ۔

دوسری طرف نور الدین والی کرناٹک کا داماد چندا صاحب مظفر جنگ سے مل گیا دونوں نے

فرانسیسیوں کی فوج کی مدد سے نواب کو عنبر کے مقام پر نشستہ ہے کر قتل کر دیا۔ اس کا پیغمبِر علی بھاگ کرتے خیالپی میں پناہ گزیں ہوا جب کہ چند اصحاب کوارکاٹ کا نواب بنا دیا گیا۔

انگریز ایجھی تک خاموش تماشائی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ فرانسیسیوں کی حمایت سے ماہ ہواناب انگریزوں کے لیے قصان دہ ثابت ہو گا۔ اس لیے وہ بھی میدان میں اتر آئے انہوں نے ناصر جنگ کو نظام حیدر آباد بنا دیا۔ 1751ء میں وہ بھی قتل ہوا تو فرانسیسی جرنیل بسی (Bussy) نے صلاح جنگ کو تخت نشین کر دیا۔ نظام نے لئے کوپنی فوجوں کی تربیت پر مامور کر دیا اور شہابی سرکاریں اسے جاگیر کے طور پر دے دی۔

اس مرحلہ پر برطانوی یکپیڈ میں کلو یورونما ہوا اس نے اپنی حکمت عملی سے اوکاٹ پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ چند اصحاب بھی قتل ہوا اور یوں پورے کرنا تک پر برطانوی فوجوں کا قبضہ ہو گیا۔ جسے ڈولیے دوبادہ حاصل نہ کرسکا۔

جس زمانے میں پورپ میں ہفت سالہ جنگ ہوئی تو دونوں قوموں فرانس اور انگلینڈ میں ہندوستان میں بھی جنگ چھڑ گئی۔ فرانس کے نئے گورنر کاؤنٹ اولی نے آتے ہی سینٹ ڈیوڈ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور لئے کو حیدر آباد سے بلا کو مدارس پر حملہ آور ہوا۔ اوہر انگریزوں نے صلاح جنگ کو اپنے ساتھ ملا لیا یوں شہابی سرکاریں برطانوی ہاتھوں میں منتقل ہو گئیں۔ 1761ء میں پانڈی چری پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ فرانسیسیوں کے تمام مقویات ہاتھ سے نکل گئے۔

مکال میں نواب علی وردی کے انتقال کے بعد کلائیو کی ڈپلو میسی نواب سراج الدولہ کی جنگ پلاسی میں نشست اور میر جعفر کی خداری کی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو عملاً حکمران طاقت بنا دیا۔

اس طرح اخہار ہوئیں صدی عیسوی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل تک برطانوی اقتدار بر صیر کے خاصے بڑے علاقے پر مسلط ہو گیا اور مغلیہ سلطنت عملاً انحطاط پذیر ہو کر اپنے انجام کے قریب پہنچ گئی۔ 1788ء میں شاہ عالم ٹانی کو غلام قادر روہیلہ نے انداھا کر دیا۔ 1803ء میں دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس کا پیٹا اکبر شاہ ٹانی تخت نشین ہو گیا وہ بھی اپنے والد کی طرح انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ اس کی حکومت عملاً لال قلعہ دہلی کی حدود تک محدود تھی۔ اس نے 1837ء میں وفات پائی۔ اس کے دور میں کمپنی کی طرف سے لارڈ منٹو گورنر جنرل مقرر ہوا اس کا زیادہ وقت مشرق میں نپولین بوناپاٹ کے اثر نفوذ کو ختم کرنے اور پنجاب میں سکھوں کے اقتدار کو کمزور کرنا تھا۔ پنجاب میں اس وقت مباراجہ رنجیت سنگھ نے متعدد سکھ سلسلوں کو اکٹھا کر کے ایک مضبوط و فاقہ بنا لیا تھا اور جب اس نے سلطنت عبور کر کے دریائے جناتک کے علاقے کو ایک آزاد

سکھ ریاست مانے کا عزم کیا تو لارڈ منٹونے بعض سکھ راجاؤں کی درخواست پر اس کے خلاف اقتدا م کیا اور اسے 1807ء کے معاهدہ امر تر کا پامد بنا�ا اور اس کی حکومت صرف دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک محدود کر دی گئی۔ اس معاهدہ پر اپنی آئندہ تمیں سالہ زندگی تک عمل پورا رہا۔ لارڈ منٹونے اسی قسم کا ایک معاهدہ سنده کے میروک سے بھی کیا اور ایران اور افغانستان میں سفارتیں بھیجن کر ان علاقوں میں فرانسیسی علیہ اور اژرات کو ختم کیا جائے۔ جس میں اسے خاصی کامیابی ہوئی تاہم پنجاب اور سنده کا الحاق مغلیہ سلطنت کا آخری تاجدار بھی اور شاہ ظفر کے زمانے میں ہوا۔ جو اپنے والد اکبر شاہ کے انتقال کے بعد 1837ء میں بادشاہ ہوا۔ یہ بھی انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا اور مرائے نام حکمران تھا تاہم 1857ء کی جنگ آزادی میں لوگ ہندو مسلم و دلوں نے اسے فی الواقعہ اپنابادشاہ تسلیم کیا۔ بے شک لوگوں کا جذبہ حریت دیدنی تھا مگر بادشاہ اصول جماعتی سے نا آشنا تھا ان کی رہنمائی کر سکا اور نہ ہی مدد۔ اس لیے جنگ آزادی ناکام ہو گئی اور انگریزوں نے اسے قید کر کے رنگوں بھیج دیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمه ہو گیا اور حکومت ہندوستان راست تاج بر طانیہ کو قتل ہو گئی۔ ہندوستان میں لارڈ کنگ حکومت بر طانیہ کا پہلا گورنر جنرل مقرر ہوا۔

1857ء سے پہلے انگریزوں نے صوبہ اودھ کے داخلی حالات میں دخل اندازی شروع کی۔ جواز یہ تھا کہ ولیم بینک نے نواب اودھ کو متنبہ کیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ کا نظم و نسق تھیک کرے ورنہ ریاست کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیگا۔ اور ساتھ ہی اس پر عمل کروانے کے لیے نئے گورنر جنرل ڈلوڑی نے مجبور آوثم کو حالات کا جائزہ لیتے کے لیے اودھ بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ یہ مرآم ہوا کہ مجبور نے بادشاہ اودھ کو گرفتار کر کے لکھتے بھیج دیا اور ریاست کو انگریز سلطنت میں مد غم کر لیا گیا۔

قبل اس کے کہ جنگ آزادی کے شلنے مرحوموں کے علاقوں تک پہنچتے وہاں کی فضائی ان کی گرمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی نتیجتاً مند ہیا اور ہولکر کی فوج کے سپاہی جھانسی کی رانی اور تانیاٹوپے کی سپاہ کے جذبہ حریت و آزادی سے متاثر ہو کر اسکے ساتھ شامل ہو گئے۔ مگر انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے زیادہ عرصہ نہ تھر سکے۔ رانی جھانسی ماری گئی تانیاٹوپے گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ نانا صاحب بھی غالب ہو گئے۔

اس طرح ایک ایک کے انگریز فوج نے اپنے اتحادیوں سے مل کر پورے ہندوستان پر تسلط حاصل کر لیا۔ اور ہندوستان کی تاریخ ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

خود آزمائی

- ۱۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال اور بر طابوی طاقت کے ارتقاء کا جائزہ ہے۔
- ۲۔ نادر شاہ درانی اور احمد شاہ عبدالی کے حملوں کے اسباب و اثرات کا جائزہ ہے۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔
 (۱) سید برادر ان، (۲) پانی پت کی تیری لڑائی، (۳) ایسٹ انڈیا کمپنی۔ ابتداء و انتہا
 جنگ پلاسی کے اسباب میان کیجئے اور بر صغير کی تاریخ میں اس جنگ کی اہمیت کا جائزہ ہے۔

